THE
SENATE OF PAKISTAN
DEBATES

OFFICIAL REPORT

Tuesday, the August 25, 2026
(363rd Session)
Volume XVII, No.05
(Nos.)

Printed and Published by the Senate Secretariat, Islamabad

Volume XVII	SP.XVII (05)/2026
No.05	15

Contents

1. Recitation from the Holy Quran 1

2. Recitation of Naat 2

3. Questions and Answers 2

   - *Senator Zamir Hussain Ghumro 9*

4. Leave of Absence 27

5. Calling Attention Notice raised by Senator Muhammad Talha Mahmood regarding non-completion of Pak-Iran Gas Pipeline within Pakistan resulting in consistent gas shortage in the country 28

   - *Senator Raja Nasir Abbas (Leader of the Opposition) 29*
   - *Senator Mohammad Abdul Qadir 31*
   - *Mr. Ali Pervaiz Malik, Minister for Petroleum 32*

6. Motion under Rule 194 (1) moved on behalf of Chairman, Standing Committee on Law and Justice on [The Legal Practitioners and Bar Councils (Second Amendment) Bill, 2025] 34

7. Motion under Rule 194 (1) moved on behalf of Chairman, Standing Committee on Law and Justice on [The Pakistan Psychological Council Bill, 2025] 34

8. Presentation of report of the Standing Committee on Interior and Narcotics Control on [The Islamabad Metro Bus Service Bill, 2026] 35

9. Presentation of report of the Standing Committee on Interior and Narcotics Control on [The Code of Criminal Procedure (Amendment) Bill, 2026] 35

10. Presentation of report of the Standing Committee on Interior and Narcotics Control on [The Islamabad Capital Territory Watersides Safety Bill, 2024] 36

11. Presentation of report of the Standing Committee on Interior and Narcotics Control regarding demolishing of Imam Bargah and localities in Islamabad by CDA 36

12. Presentation of Report of the Committee on Rules of Procedure and Privileges on a Privilege Motion moved by Senator Bushra Anjum Butt against Vice Chancellor, Pakistan Institute of Fashion and Design 38

13. Presentation of Report of the Committee on Rules of Procedure and Privileges on a Privilege Motion moved by Senator Muhammad Talha Mahmood against RPO Malakand and DPO Upper Chitral 38

14. Presentation of Report of the Committee on Rules of Procedure and Privileges on a Privilege Motion moved by Senator Palwasha Mohammed Zai Khan against DC Chakwal 39

15. Introduction of [The Pakistan General Cosmetics Bill, 2026] 39

16. Calling Attention Notice raised by Senator Zeeshan Khan Zada regarding the shortage of essential drugs owing to the delay in price approval / notification by the Government resulting into supply of spurious medicines in the market as alternative of such medicines 40

- *Senator Zeeshan Khan Zada 40*
- *Mr. Mustafa Kamal, Minister for National Health Services, Regulations and Coordination 42*

17. Point raised by Senator Syed Ali Zafar regarding the provision of Medical Facilities to Mr. Imran Khan as per Supreme Court's Order. 49

- *Senator Syed Ali Zafar 49*
- *Senator Rana Sanaullah Khan 55*
- *Senator Raja Nasir Abbas 60*
- *Mr. Mustafa Kamal (Minister for National Health Services, Regulations and Coordination) 65*
- *Senator Nasir Mehmood 66*
- *Senator Mishal Azam 69*
- *Senator Muhammad Azam Khan Swati 72*

18. Motion under Rule 263 for Dispensation of Rules 75

19. Resolution moved by Senator Faisal Javed regarding enabling the Members to give speeches on the occasion of 12th Rabi-ul-Awal 75

- *Senator Faisal Javed 77*

20. Points of public importance raised by Senator Abdul Shakoor Khan regarding (i) Treatment of Imran Khan according to orders of the Supreme Court; (ii) Terrorism in Balochistan; and (iii) Depletion of underground water in Balochistan 79

SENATE OF PAKISTAN
SENATE DEBATES
Tuesday, the August 25, 2026

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad at 11:13 a.m. with Mr. Presiding Officer (Senator Shahadat Awan) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا ﴿۴۰﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿۴۱﴾ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۴۲﴾ هُوَ الَّذِیْ يُصَلِّیْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ
الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ﴿۴۳﴾ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚۖ وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا ﴿۴۴﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّبِیُّ
اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۴۵﴾ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿۴۶﴾ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ
فَضْلًا كَبِيْرًا ﴿۴۷﴾ سورہ الاحزاب (آیات ۴۰تا۴۷)

ترجمہ: مسلمانو! محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں میں سے سب سے آخری نبی ہیں اور اللہ ہر بات کو خوب جاننے والا ہے۔ اے ایمان والو! اللہ کو خوب کثرت سے یاد کیا کرو، اور صبح وشام اس کی تسبیح کرو۔ وہی ہے جو خود بھی تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی، تاکہ وہ تمہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لے آئے؛ اور وہ مومنوں پر بہت مہربان ہے۔ جس دن مومن لوگ اللہ سے ملیں گے، اس دن ان کا استقبال سلام سے ہوگا، اور اللہ نے ان کے لیے باعزت انعام تیار کر رکھا ہے۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! بے شک ہم نے تمہیں ایسا بنا کر بھیجا ہے کہ تم گواہی دینے والے، خوشخبری سنانے والے، اور خبردار کرنے والے ہو اور اللہ کے حکم سے لوگوں کو اللہ کی طرف بلانے والے اور روشنی پھیلانے والے چراغ ہو۔ تم مومنوں کو خوشخبری سنادو کہ ان پر اللہ کی طرف سے بڑا فضل ہونے والا ہے۔

Recitation of Naat

تیری نگاہِ کرم سے ذرے بھی مہر و ماہ بنے

گدائے بے سر و ساماں جہاں پناہ بنے

گدائے بے سر و ساماں جہاں پناہ بنے

حضور ہی کے کرم نے مجھے تسلی دی

حضور ہی کے کرم نے مجھے تسلی دی

حضور ہی میرے غم میں میری پناہ بنے

گدائے بے سر و ساماں جہاں پناہ بنے

Questions and Answers

Mr. Presiding Officer: Question hour. We may now take up the questions. Question No 26, Senator Rubina Qaim Khani

ان شاءاللہ، دوستوں نے جناب وہ discuss کیا ہے، ابھی جو سیٹی صاحب بات کر رہے تھے، صرف یہ Question Hour تھوڑا سا کر لیں جو آپ کا حکم ہوگا بیرسٹر صاحب، ان شاءاللہ۔ آپ کھڑے ہیں ۔ حاضر جناب، ان شاءاللہ۔ جی، سینیٹر روبینہ قائم خانی صاحبہ تشریف نہیں رکھتی ہیں۔

(Q No. 26)

Mr. Presiding Officer: Question No. 21, Senator Barrister Zamir Hussain Ghumro.

(Q No. 21)

Senator Zamir Hussain Ghumro: Sir, I have no supplementary question.

Mr. presiding Officer: Any other member?

کسی اور دوست کا نہیں ہے؟

Mr. Presiding Officer: Question No. 13, Senator Kamran Murtaza.

جی سینیٹر کامران مرتضٰی صاحب تشریف نہیں رکھتے ہیں۔

(Q. No.13)

Mr. Presiding Officer: Next, Question No 35, Senator Muhammad Talha Mahmood.

(Q. No 35)

سینیٹر محمد طلحہ محمود : جی، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میں آپ کے توسط سے محترم وزیر صاحب سے یہ سوال کرنا چاہتا ہوں جس میں یہ طلب اور رسد کے حوالے سے جو فرق ہے، اس حوالے سے میں نے question کیا تھا، انہوں نے کچھ جواب تو دیا ہے لیکن میری معلومات کے مطابق اس وقت ان کی ایک achievement ہے اور وہ achievement یہ ہے کہ کوہاٹ اور کرک میں کچھ نئی دریافت ہوئی ہے، اگر اس ے بارے میں kindly ذرا بتا دیں کہ اس سے طلب اور رسد میں کتنی بہتری آ سکتی ہے؟ تو میں شکر گزار ہوں گا۔

جناب پریزائیڈنگ افیسر : جی، وزیر صاحب۔

علی پرویز ملک (وفاقی وزیر برائے پٹرولیم) : بہت شکریہ چیئرمین صاحب۔ Honourable Senator صاحب نے جو سوال کیا ہے، اس میں پورے پاکستان کی حد تک تو ہم نے تفصیلات دے دی ہیں، اور اس میں یقیناً جو جنگ ہرمز کے اندر چل رہی ہے اس کے بعد کیونکہ imported ایندھن آنے میں کچھ دقت ہے، تو اس کے اندر جو ہم نے مقامی طور پہ اور کنویں کھودے ہیں اور نئی دریافت کی ہیں، اس کے بارے میں جو کاوشیں کی ہیں، یہ خاص طور پر کرک کے بارے میں پوچھنا چاہ رہے ہیں، تو میں صرف یہ گزارش کروں گا جناب ایک اور بھی سوال 59 ہے، وہ کرک سے خاص طور پہ Related ہے، تو میں پھر دونوں کو Attend کر دوں یا کرک پر اس وقت بات کر کے آپ کو سوال کا جواب دے دوں؟

جناب پریزائیڈنگ افیسر : علی پرویز صاحب، اس کا آپ جواب دے دیں دوسرے کا جب نمبر آ جائے تو بات کر لیں۔

علی پرویز ملک : جی جناب، گزارش یہ ہے ملکی سطح پر پچھلے دو سالوں میں تقریباً ہم نے دو سے تین bid round کیے ہیں اور اس کے اندر بہت سا... (جاری ہے۔۔۔T02)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: Question No. 13, سینیٹر کامران مرتضٰی صاحب۔ سینیٹر کامران مرتضٰی صاحب تشریف نہیں رکھتے ہیں۔

(Question No. 13)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: Question No. 35, سینیٹر طلحہ محمود صاحب۔

(Question No. 35)

Mr. Presiding Officer: Any supplementary?

سینیٹر محمد طلحہ محمود: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میں آپ کے توسط سے محترم وزیر صاحب سے یہ سوال کرنا چاہتا ہوں جس میں یہ طلب اور رسد کے حوالے سے جو فرق ہے، اس حوالے سے میں نے question کیا تھا، انہوں نے کچھ جواب تو دیا ہے؛ لیکن میری معلومات کے مطابق اس وقت ان کی ایک achievement ہے اور وہ achievement یہ ہے کہ کوہاٹ اور کرک کے اندر کچھ نئی دریافت ہوئی ہے۔ اگر اس کے بارے میں kindly ذرا بتادیں کہ اس سے طلب اور رسد کے اندر کتنی بہتری آ سکتی ہے؟ تو میں شکر گزار ہوں گا۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی، منسٹر صاحب۔

جناب علی پرویز ملک وزیر برائے پٹرولیم: بہت شکریہ چیئرمین صاحب۔ معزز سینیٹر صاحب نے جو سوال کیا ہے اس میں پورے پاکستان کی حد تک تو ہم نے تفصیلات دے دی ہیں۔ جو جنگ آبنائے ہرمز پر چل رہی ہے، اس کے بعد imported fuel آنے میں کچھ دقت ہے، تو ہم نے اس میں مقامی طور پر اور کنویں کھودے ہیں اور نئی دریافت کی ہیں، اس کے بارے میں جو کاوشیں کی ہیں، اس کی طرف یہ خاص طور پر کرک کے بارے میں پوچھنا چاہ رہے ہیں۔ تو میں صرف یہ گزارش کروں گا کہ ایک اور بھی سوال نمبر 59 ہے اور وہ خاص طور پر کرک سے related ہے، تو میں یہاں پر پھر دونوں کو attend کر دوں یا کرک کے اوپر اس وقت بات کرکے یہاں پر بعد میں آپ کو سوال کا جواب دے دوں؟

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: منسٹر ، علی پرویز صاحب، اس کاآپ جواب دے دیں، جب سوال نمبر 59آئے تو دوبارہ جواب دے دیں۔

جناب علی پرویز ملک: گزارش یہ ہے کہ ملکی سطح پر پچھلے دو سالوں کے اندر تقریباً ہم نے دو سے تین bid rounds کیے ہیں اور اس کے اندر بہت سی دلچسپی سرمایہ کاروں کی طرف سے آئی ہے کہ وہ نئے کنویں اور یہاں پر تیل اور گیس کی جو جو دریافت ہے، اس کے لیے سرمایہ کاری کرنا چاہتے ہیں اور اس سارے معاملے کو آگے لے کر چلنا چاہتے ہیں۔ آپ کو ایک خوشی کی بات بتاؤں کہ 20 سال کے بعد سمندر کے اندر تیل اور گیس کی دریافت کے لیے Turkish Petroleum کا اگلے مہینے پہلا جہاز بھی آ رہا ہے جوseismic data وغیرہ سارا acquire کرے گااور 20سال کے بعد پاکستان ایک مرتبہ پھر offshore drilling میں تیل اور گیس کو تلاش کرنے کی کوششوں کاآغاز کرنے جارہاہے۔

کرک میں ہماری دو OGDCL اور MOL جوHungarian companyہے، وہ وہاں پر کام کر رہی ہے۔ ان کی جو ساری تفصیلات ہیں، تیل کی وہ تقریباً 6 million barrels کے قریب وہاں سے لے رہے ہیں اور جو گیس کی MMCFDکی دریافت 2025-26 کے اندر ہے وہ تقریباً 72,000 ہے۔ کرک کے بارے میں سینیٹر صاحب خاص طور پر پوچھ رہے تھے تو اس کا بھی بتا دیا اور overall پاکستان کی سطح کے پر جو کوششیں ہو رہی ہیں میں نے اس کی طرف بھی تھوڑی سی آگاہی آپ کو دے دی ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: بہت شکریہ۔ سینیٹر طلحہ محمود صاحب، ٹھیک ہے؟

سینیٹر محمد طلحہ محمود: بہت اچھی بات ہے، مجھے بڑی خوشی ہے کیونکہ مجھے تھوڑی سی معلومات تھیں، اسی لیے میں نے کہاکہ House کو بھی پتا چلے کہ یہ بہت بڑا breakthroughہوا ہے کوہاٹ اور کرک کے اندر اور یہ achievement ہے ان لوگوں کی تو appreciation بھی کرنی چاہیے۔ میں نے اس لیے یہ بات کی ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: بہت شکریہ۔ Question No. 36, سینیٹر ثمینہ ممتاز زہری صاحبہ تشریف نہیں رکھتی ہیں۔

(Question No. 36)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: Question No. 37, سینیٹر جان محمد صاحب، میرے خیال میں آج جان محمد صاحب پہلی مرتبہ نہیں آئے ہیں، پہلی مرتبہ جان محمد صاحب موجود نہیں ہیں۔

(Question No. 37)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: Question No. 38, سینیٹر محمد طلحہ محمود صاحب۔

(Question No. 38)

Mr. Presiding Officer: Any supplementary?

سینیٹر محمد طلحہ محمود: بہت شکریہ۔ یہ میں نے MD کے حوالے سے اور دوسرے senior officers کی بھرتی کے حوالے سے بات کی تھی اور جیسا کہ میں نے ابھی ذکر کیا ہے کہ ان کی بڑی اچھی achievement رہی ہے، تو اس achievement کے اندر ظاہری بات ہے کہ ان officers کا کردار ہے پورا اور خاص طور پر محترم MD Sahib کا۔ میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ OGDCL کے MD اور دوسرے senior officers کی جو بھرتی ہے، وہ کتنے عرصے کے لیے آپ کرتے ہیں؟ کیونکہ ان کو کوئی duration ملنا چاہیے تاکہ اس duration کے اندر وہ اپنی کارکردگی دکھا سکیں اور اس وقت جو کارکردگی میرے سامنے آ رہی ہے وہ بہت اچھی آ رہی ہے اور میں بالکل بلا مبالغہ ادھر اس House میں ان کی تعریف بھی کروں گا جو اس وقت ان کے senior officers ہیں۔ تو مجھے ذرا یہ بتا دیں کہ یہ کتنے عرصے کے لیے ہوتی ہے؟ اور اس کے بعد کیا اس کی renewal بھی ہوتی ہے یا اس پر ان کو change کرتے ہیں؟

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: منسٹر علی پرویز ملک صاحب۔

جناب علی پرویز ملک: میں شکر گزار ہوں معزز سینیٹر صاحب کا کہ انہوں نے پٹرولیم ڈویژن کے اندر توانائی کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے جو کوششیں اور جو کاوشیں ہو رہی ہیں اس کو سراہا۔ جو ہماری اپنی National Oil Companies ہیں، اس کے اندر OGDCL سب سے بڑی کمپنی ہے جس کے MD کی طرف معزز سینیٹر صاحب نے اشارہ بھی کیا ہے۔ چند سالوں کے اندر، گردشی قرضے کے شکنجے میں جب یہ گیس کا شعبہ آیا، تو Prime Minister Sahib نے خود ذاتی دلچسپی لی اور گیس کی قیمتوں کو بڑھائے بغیر پچھلے ایک ڈیڑھ سال کے اندر

گردشی قرضے کے بہاؤ کو تقریباً ختم کر دیا۔ اس لیے میں اس بات پر نشاندہی کر رہا ہوں کہ جب گردشی قرضے نے سر اٹھایا، تو کافیInternational Companies پاکستان سے exit کر گئی تھیں۔ تو اس وقت اگر OGDCL اور National Oil Companies اور ان کی جوmanagement ہے وہ اس خلا کو پورا کرنے کی کوشش نہ کرتیں، تو شاید آج پاکستان میں بہت زیادہ دقت ہوتی۔

تو میں ایک مرتبہ پھر شکر گزار ہوں اور جہاں تک ان کی بھرتیوں کا معاملہ ہے، جو MDs کی اور ساری وہ جو ایک step نیچے جس کو C-suite appointments کہتے ہیں، اس کے لیے معزز سینیٹر صاحب سے گزارش کروں گا SOE Act کے اندر پورا procedure laid down ہے۔ اس کے اندر term protection، ان کا اپنا Board اور HR committee ہے، اس کے مطابق طے کرتا ہے اور term-protected وہ میعاد ہوتی ہے۔ اس کے اندر پہلے اشتہار دیا جاتا ہے، اس میں جو بھی لوگ Board کے criteria کے مطابق qualified ہوتے ہیں وہ apply کرتے ہیں، اس کے بعد جو MD ہے اس کے لیے ایک اچھے International head-hunter کو کہا جاتا ہے کہ ان applications کو shortlist کریں اور اس کے بعد interviews کے ذریعے ایک شفاف اور ایک اچھے طریقے کے ساتھ اس معاملے کو آگے لے کے جایا جاتا ہے۔ اس میں تقریباً 5 Billion dollar, OGDCL company کی worth ہے اور یقیناً جو current انتظامیہ ہے اس کی نگہبانی، اس کی دیکھ بھال، اس کی attendance میں، اس کی management میں وہ کافی اچھا کام کر رہی ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: بہت شکریہ ملک صاحب۔ Question No.40 سینیٹر ثمینہ ممتاز زہری صاحبہ تشریف نہیں رکھتی ہیں۔

(Question No. 40)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: Question No.41 سینیٹر ضمیر حسین گھمرو صاحب۔

(Question No. 41)

Mr. Presiding Officer: Any supplementary?

سینیٹر ضمیر حسین گھمرو: میرا سوال یہ ہے کہ Oil marketing companies کے beneficial owners کی list provide کی جائے۔ 43 Oil marketing companies کے owners کی انہوں نے list provide کی ہے، لیکن I had also demanded the two years profits of these companies، وہ provide نہیں کیے۔ ان کے پچھلے دو سال کے جو profits ہیں وہ منسٹر صاحب نے provide نہیں کیے، آدھا جواب دیا ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جناب علی پرویز ملک صاحب۔

جناب علی پرویز ملک: بالکل سینیٹر صاحب نے ساری Oil marketing companies کی تفصیل بھی مانگی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے کتنا منافع پچھلے دو سالوں کے اندر کیا ہے، وہ تفصیل بھی مانگی تھی۔ ساری Oil marketing companies کا licence OGRA جاری کرتا ہے، وہ Cabinet Division کے under ہوتا ہے۔ اس کی تفصیلات ہم نے OGRA سے لے کر یہاں مہیا کر دی ہیں۔ حکومت کی جو Oil marketing company ہے وہ ایک PSO ہے، اس کے بارے میں سینیٹر صاحب کو جو بھی information چاہیے ہوگی وہ یقینی طور پر دے سکتا ہوں۔ اس کے علاوہ انہوں نے ان کی financial statement اور worth مانگی ہے، تو اس کے لیے اگر یہ fresh سوال SECP یا Finance Division کو کر دیں، تو یہ companies اپنی filings FBR کے پاس یا SECP کے پاس کرتی ہیں، ہمارے پاس وہ filing موجود ہی نہیں ہوتی۔ تو اگر یہ Finance یا SECP سے مانگ لیں، تو یہ سارا record مہیا ہو گا، کیونکہ یہ پچھلے ایک سال کے اندر کافی اتار چڑھاؤ آیا ہے اور اگر یہ اس طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ شاید بے پناہ منافع ان companies نے کمایا ہے، تو میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ PSO کا یقیناً جب قیمتیں اوپر گئیں منافع جو دوسرے یا تیسرے quarter کے اندر بڑھا، پر اس کے بعد گراوٹ بھی اسی ترتیب کے ساتھ آئی ہے، تو پچھلے سال سے اس سال منافع میرے خیال سے کم ہی ہو گا زیادہ نہیں ہو گا لیکن تفصیلی جواب اگر یہ چاہتے ہیں، تو یہ Finance Division سے یا FBR سے یا SECP سے منگوا سکتے ہیں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی ضمیر گھمرو صاحب۔

Senator Zamir Hussain Ghumro

Senator Zamir Hussain Ghumro: The administrative department of the oil marketing companies is the Ministry of Petroleum. Under the Administrative Rules of Business, OGRA also falls under the Ministry of Petroleum for the time being; otherwise, it comes under the Council of Common Interests (CCI). (Continue.....T03)

T03–25Aug2026 Imran/ED: Shakeel 11:30 am

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی بیرسٹر ضمیر گھمرو صاحب۔

سینیٹر ضمیر حسین گھمرو: یہ administrative department of the oil marketing companies is Ministry of Petroleum. Administrative rules of Business کے تحت OGRA بھی ان کے اُس میں آتی ہے for the time being otherwise تو CCI کے under آتی ہے لیکن ان کے administrative department موجود ہیں تو they should have asked the companies.

میں نے سوال تو ان سے پوچھا ہے، relevant ministry تو petroleum ہے۔ They should have asked the OGRA to provide us with details. اب اگر میں اس کے لیے پھر دوسرا question کروں تو this will be very difficult. تو اگر یہ ہمیں information لے کر دیں تو اچھا ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: بیرسٹر گھمرو صاحب! اگر آپ ایک نیا question ڈال دیں تو میرا خیال ہے کہ ministry بھی دوسری ہے تو وہ مناسب ہو جائے گا۔ منسٹر صاحب! ہم وہی request کر رہے ہیں۔

سینیٹر ضمیر حسین گھمرو: Ministry to petroleum ہے نا۔ Oil marketing companies are being regulated by the petroleum ministry. وہ تو finance ministry نہیں کرتی ہے نا۔ ان کے پاس تو وہ profits کی details ہونی چاہیں۔

جناب علی پرویز ملک (وزیر برائے پیٹرولیم): جناب OGRA بھی Cabinet Division کے پاس ہے۔ وزارت کے پاس نہیں ہے۔ یہ private company ہے جس کا regulator ORGA and Cabinet Division ہیں اور جو اپنے returns اور

اپنی ساری statements SECP اور tax authorities کے پاس جمع کرواتی ہیں۔ بہتر یہ ہوگا کہ آپ finance سے fresh question مانگ لیں تو اُس کا جواب آ جائے گا۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: بیرسٹر صاحب! چونکہ اُس کی line ministry Cabinet ہے تو میرا خیال ہے کہ جو منسٹر صاحب بات کر رہے ہیں اور اگر آپ سمجھتے ہیں۔۔۔

سینیٹر ضمیر حسین گھمرو: Oil marketing companies کو پچھلے دو سال میں کتنا profits ہوا، this is very odd. ان کے پاس being federal minister یہ information ہونی چاہیے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: ایک منٹ سینیٹر دوست محمد خان بھائی۔

سینیٹر ضمیر حسین گھمرو: ان کو بولیں کہ یہ اُن سے لے کر ہمیں بھیجوا دیں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: تو سینیٹر صاحب! ہم یوں کر لیتے ہیں کہ۔۔۔

(مداخلت)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: بالکل جان محمد بھائی! بالکل وہی ہوگا۔ تو منسٹر صاحب۔۔۔

سینیٹر ضمیر حسین گھمرو: تو اس کو کمیٹی میں بھیج دیں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: منسٹر صاحب! اگر اس کو ہم کمیٹی میں بھیجیں تو کمیٹی چیئرمین Cabinet والوں کو بھی بلوا لیں گے تو منسٹر صاحب کا جو question ہے، وہاں پر address ہو جائے گا۔

جناب علی پرویز ملک: ٹھیک ہے جناب۔ آپ جیسے مناسب سمجھیں۔ بہت شکریہ۔

Mr. Presiding Officer: Question No.42. Barrister Zamir Ghumro Sahib.

<u>Q.No.42</u>

سینیٹر ضمیر حسین گھمرو: میں نے regarding the profits of the oil and gas companies under Article 172 of the Constitution کی تفصیل مانگی تھی کہ under Article 172 of the Constitution

profits میں سے آدھی income provinces کو جائے گی اور آدھی federal government کے پاس جائے گی لیکن منسٹر صاحب نے جواب دیا ہے کہ ہم نے یہ devolution committee میں take up کیا ہے۔ انہوں نے CCI اور provinces کو letter بھی لکھا ہے۔ تو فی الحال اس کو اُدھر ہی take up کریں گے، تو میرا کوئی ضمنی سوال نہیں ہے۔

(مداخلت)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: طلحہٰ صاحب! صاحب ابھی آپ کا نمبر آگے آئے گا، بیٹھیں۔

سینیٹر محمد طلحہٰ محمود: نہیں جناب، میرا supplementary سوال ہے۔ ایک اُنہوں نے کیا ہے تو ایک میں بھی کر سکتا ہوں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: طلحہٰ بھائی! sorry میں نے ادھر دیکھا نہیں تھا۔

سینیٹر محمد طلحہٰ محمود: جناب، میرا اس میں صرف اتنا ضمنی سوال تھا کہ ان کی یہ income کے حوالے سے contribution بہت اچھی آ رہی ہے۔ کیا اس کو بڑھانے کے لیے آپ کے پاس کوئی تجاویز ہیں؟ میں صرف یہ پوچھنا چاہتا تھا۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی منسٹر صاحب!

جناب علی پرویز ملک: جناب جیسے کہ میں نے پہلے آپ کو پچھلے سوال میں جواب دیتے ہوئے بتانے کی کوشش کی کہ جب ان کی پیداوار بڑھے گی اور وہ اس کے اندر اپنے کام کو اور زیادہ فروغ دیں گے تو خود بخود ہی اس کا revenue بہتر ہونا شروع ہو جائے گا۔ چونکہ وزیراعظم صاحب نے energy security کی نظر سے بھی دیکھتے ہوئے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہم نے maximum سے maximum اپنی توانائی کی ضرورت کو مقامی وسائل کے ذریعے پوری کرنے کی کوشش کرنی ہے۔ تو ہم petroleum policies کو بھی upgrade کر رہے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہے ہم نے bid rounds بھی نئے کیے ہیں۔ ہم نے type policies بھی نئی بنائی ہے۔ حیدرآباد کے اندر پہلا shale کا project بھی کر رہے ہیں۔ ہم پورے کے پورے gas sector کو open کرنے اور de- regulation کی طرف بھی لے کر جانا چاہ رہے ہیں تو ان کو میں بالکل یہ تسلی دے دوں کہ اس حوالے سے ہر حد تک ہم جو کوششیں کر سکتے ہیں، چاہے وہ باہر سے expertise اور سرمایہ ہو، چاہے مقامی طور پر اس کو آگے فروغ دینے کے لیے کوشش ہو، اُس کے لیے ہم بھرپور کام کر رہے ہیں۔

Q.No.43

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: ملک صاحب! بہت شکریہ۔ Question Number 43, سینیٹر روبینہ قائم خانی صاحبہ، تشریف نہیں رکھتی ہیں۔

Q.No.44

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: Question Number 44, سینیٹر روبینہ قائم خانی صاحبہ، تشریف نہیں رکھتی ہیں۔

Q.No.45

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: Question Number 45, سینیٹر روبینہ قائم خانی صاحبہ، تشریف نہیں رکھتی ہیں۔

Q.No.47

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: Question Number 47، سینیٹر جان محمد بلیدی صاحب! آج آپ lateآئے ہیں جی، سینیٹر جان محمد بلیدی صاحب، جی۔

سینیٹر جان محمد: جناب، اس میں میرا ضمنی سوال یہ بنتا ہے کہ 17 جون 2015 کو منعقدہ بورڈ کے اجلاس میں صحافیوں اور media workers کے لیے دو فیصد کوٹا مقرر کیا گیا لیکن ایک سال بعد 28 ستمبر کو پھر بورڈ کا اجلاس کرکے اس کوٹے کو دو فیصد کے بجائے ایک فیصد کر دیا گیا۔ اس کی کوئی وجہ نہیں بتائی گئی ہے۔ آیا صحافیوں کی تعداد کم ہو گئی؟ ضرورتیں کم ہو گئیں؟ یہ کس بنیاد پر صحافیوں کے لیے جو plots کا fix quota تھا، اُس کو دو فیصد سے کم کرکے ایک فیصد کر دیا گیا؟

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: منسٹر برائے ہاؤسنگ، میاں ریاض حسین پیرزادہ صاحب۔

میاں ریاض حسین پیرزادہ (وزیر برائے ہاؤسنگ اینڈ ورکس): جناب، یہ وزارتِ اطلاعات و نشریات سے list بھی آتی ہے اور اُس criteria کے مطابق جب یہ calculate کیا گیا تھا تو اُس وجہ سے یہ کوٹا کم ہوا تھا کیونکہ پریس کلب والوں کی اپنی کئی federations آپس میں بن گئی ہیں اور وہ کسی ایک چیز پر اکٹھے نہیں ہوتے تو یہ اس لیے change آئی تھی۔ تو اگر یہ suggestion دیتے ہیں کہ اس کو

بڑھانا چاہیے تو وزارتِ اطلاعات و نشریات ہمیں بتا دے تو ہم اس کے مطابق کر دیں گے۔ یہ ساری اُن کی طرف سے list آتی ہے اور وہی کرتے ہیں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: ایک منٹ جان محمد صاحب۔ سینیٹر اعظم خان سواتی صاحب، آپ کچھ پوچھنا چاہیں گے؟

سینیٹر محمد اعظم خان سواتی: جناب، پیرزادہ صاحب سے میرا یہ سوال ہے کہ جو list دی ہوئی ہے یا type دیا ہوا ہے، یہ 2020 اور 2021 کا ہے۔ کیا یہ list revise کی گئی ہے؟ اور اگر کی گئی ہے تو اس وقت جتنے بھی genuine journalists ہیں، اُن کی hierarchy سے بھی کوئی مشاورت اس سلسلے میں کی گئی ہے یا نہیں؟

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی منسٹر میاں ریاض حسین پیرزادہ صاحب۔

میاں ریاض حسین پیرزادہ: جناب، میں نے عرض کیا ہے کہ یہ سارا وزارتِ اطلاعات و نشریات ہی کرتی ہے۔ ہمیں تو وہ list بھیجتے ہیں اور اُس کے مطابق ہم allocate کر دیتے ہیں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: شکریہ جی، منسٹر صاحب، آپ کا بھی بہت شکریہ۔ Question Number 48 سینیٹر۔۔۔

(مداخلت)

سینیٹر جان محمد: اس کو ایک فیصد سے بڑھا کے دو فیصد ہی رکھ دیا جائے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: منسٹر صاحب! اس پر آپ کچھ دیکھیے گا، جان محمد صاحب کی خواہش ہے، ایک کوشش ہے، تو بہتر ہوگا کہ یہ ہو جائے۔ جی جناب وقار مہدی صاحب، آپ کچھ کہنا چاہ رہے ہیں؟

سینیٹر سید وقار مہدی: جی۔ میرا اس میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جو جان محمد صاحب کا دو فیصد کوٹے والا سوال ہے، اب اس میں مسئلہ یہ ہے کہ فیڈرل گورنمنٹ ایمپلائیز ہاؤسنگ کوآپریٹو سوسائٹی ان کے تحت چلتی ہے۔ وہ جو صحافیوں کی تنظیم ہے، اُس نے کافی عرصہ پہلے اپنے نام ان کو دیے تو ہم نے جب information کی meeting کی، جس کا میں ممبر ہوں، پھر ایک sub-Committee بنی جس کا میں

convener ہوں، تو وہ notification جاکے آج نکلا ہے کوئی 21 تاریخ کو، کافی عرصے کے بعد وہ بھی کمیٹی کی میٹنگ ہونے کے بعد۔ تو اتنی لاپرواہی یا اتنی سستی اور اس طریقے سے صحافیوں کو پریشان کرنا، اگر وہ Committee act نہیں کرتی اور بیچ میں نہیں آتی تو شاید ان صحافیوں کے لیے یہ کمیٹی بھی نہیں بنتی۔ اب وہ process ہے۔ لہٰذا میری بھی ایک گزارش ہو گی کہ ان کا پرانا دو فیصد والا کوٹا بحال ہونا چاہیے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: منسٹر صاحب! اگر آپ کہیں تو یہ سارے دوست صحافیوں کے حوالے سے concerned ہیں اور اگر اس کو کمیٹی میں بھیجیں تو سیکریٹری صاحب وہاں پر آکے اُن کو اور سارے دوست جو وہاں جانا چاہیں، ان کی تسلی ہو جائے گی۔

میاں ریاض حسین پیرزادہ: ٹھیک ہے جی، بٹ صاحب، Chairman Standing Committee بیٹھے ہوئے ہیں، وہاں بھجوا دیں تو وہ خود دیکھ لیں گے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: میں اسی لیے گزارش کر رہا ہوں، بٹ صاحب تو بالکل ہر ہفتے meeting کرتے ہیں۔ This is referred to the Committee. وقار مہدی اور جان سینیٹر دوست محمد خان صاحب، اس کو ہم نے کمیٹی میں بھیج دیا ہے، ٹھیک ہے جی؟

(مداخلت)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: آپ جائیں گے اور جو دوست بھی کمیٹی میں جانا چاہیں، طلحٰہ صاحب آپ جایئے گا۔ یہ میں نے House میں کہہ دیا ہے تو آپ ضرور جایئے گا۔ بٹ صاحب!

Q.No.48

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی، Question Number 48 رانا محمود الحسن صاحب تشریف نہیں رکھتے ہیں۔

Q.No.50

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: Question Number 50, سینیٹر ثمینہ ممتاز زہری صاحبہ تشریف نہیں رکھتی ہیں۔

Q.No.51

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: Question Number 51, سینیٹر رانا محمود الحسن صاحب تشریف نہیں رکھتے ہیں، یہ بہت اچھی بات ہے کہ questions سارے ہو جائیں گے۔

Q.No.43

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: Question Number 53, سینیٹر سید وقار مہدی صاحب۔ جی جناب سید وقار مہدی صاحب۔

سینیٹر سید وقار مہدی: بہت شکریہ جناب۔ میرا اس میں ضمنی سوال یہ ہے کہ اس کے جواب میں لکھا گیا ہے کہ قومی خزانے کو کوئی نقصان نہیں پہنچا جبکہ اگر آپ جواب میں دیکھیں تو یہ 486 ملین کی cost تھی جو اب 17 لاکھ ملین پر پہنچ گئی ہے۔ یہ revised ہے اور اس میں یہ لکھا گیا ہے کہ قومی خزانے کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ تو یہ Auditor General of Pakistan کی report ہے جس کے مطابق ۔۔۔(جاری۔۔۔T04)

T04-25Aug2026 Abdul Ghafoor/ED: Ms.Neelum 11:40 AM

سینیٹر سید وقار مہدی (جاری۔۔۔) اس میں لکھا گیا ہے کہ قومی خزانے کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ یہ آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ ہے جس کے مطابق اس project میں 3.9 کھرب روپے کا loss ہوا ہے اور اس میں پھر یہ کہتے ہیں کہ جی کہ right of way کا مسئلہ تھا، law and order کا issue تھا اور دیگر مسائل تھے اور پھر اس کا design بھی تبدیل کیا گیا۔ تو یہ تمام چیزیں جو consultant تھا یا جب بھی یہ project شروع ہوا تھا تو اُس وقت کیوں نہیں دیکھا گیا؟ اتنے بڑے loss کا ذمہ دار کون ہے؟ تو میرا موقف یہ ہے کہ یہ اس کا جواب دے دیں اور پھر اگر یہ Committee میں discuss ہو جائے تو اچھا ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی، منسٹر صاحب! معین وٹو صاحب تشریف لائے ہوئے ہیں، ہمیشہ مہربانی کرتے ہیں آتے ہیں، تو میرے خیال میں یہ اس قسم کا issue ہے، اگر۔۔۔

(مداخلت)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: میرے خیال میں ایک سیکنڈ کے لیے منسٹر صاحب سے consent لے لیں، آپ کی۔۔۔

(مداخلت)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی بولیں، حکم کریں۔

سینیٹر محمد عبدالقادر: جناب، میرا supplementary سوال یہ ہے کہ ایک تو اُنھوں نے 486,000 ملین اور 1،737,000 ملین لکھا ہے تو یہ سمجھ ہی نہیں آتی ہے یہ ارب ہے یا کھرب ہے۔ تو ان کو in future یہ سمجھادیں کہ جب اتنی بڑی رقم ہو تو اس کو بلین میں لکھ دیں تاکہ پتا چلے کہ 486,000 ملین کا مطلب 486 ارب ہے۔ اب 486 ارب سے یہ 1,737 ارب پر چلا گیا ہے، تو جناب، actually یہ ادھر بھی نہیں گیا بلکہ اس سے بھی بہت آگے چلا گیا ہے، یہ exact information نہیں دے رہے ہیں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: سینیٹر عبدالقادر صاحب! اسی وجہ سے میں نے منسٹر صاحب کو request کی ہے کہ یہ کمیٹی میں چلا جائے تو اچھا ہے۔ یہ بہت بڑا اور اہم issue ہے۔

سینیٹر محمد عبدالقادر: یہ بہت بڑا اور اہم issue ہے اور جناب، اس کے اندر WAPDA جب چاہتی ہے چالیس، پچاس یا سو ارب کا ایک variation order issue کر دیتی ہے۔ اب ادھر ایوان میں بیٹھے ہوئے لوگوں کو اس کا پتا نہیں ہے کہ یہ variation order کیا ہوتا ہے۔ جناب یہ ایک تحفہ یا ایک گفٹ ہوتا ہے جو یہ کسی کو دے دیتے ہیں کہ چلو جی آپ رکھیں، ہم 486 ارب اور اس میں 40 ارب اور ڈرا کر لیں گے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: سینیٹر عبدالقادر صاحب! اسی لیے منسٹر صاحب کو request کر رہے ہیں کہ اگر یہ کمیٹی میں چلا جائے تو سیکرٹری صاحب وہاں پر آ کے سوالات کا جواب دیں گے۔ Referred to the Committee جو سینیٹر صاحب کمیٹی میں جانا چاہیں وہ کمیٹی میں چلے جائیں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: سوال نمبر 55 سینیٹر کامران مرتضیٰ صاحب آج تشریف نہیں لائے۔

(Q.No.55)

سینیٹر محمد اعظم خان سواتی: جناب چیئر مین ! گزارش کر لیں؟

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: کون سے والا سوال؟

(Q.No.53)

سینیٹر محمد اعظم خان سواتی: جناب چیئر مین !Light on ہے سوال نمبر 53۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: اس کے لیے چونکہ منسٹر صاحب نے consent دی ہے۔ آپ بھی کمیٹی میں تشریف لے جایئے گا۔

سینیٹر محمد اعظم خان سواتی: جناب چیئر مین ! اگر میرے question کو اس کے ساتھ attach کر لیں کیونکہ کمیٹی میں نہیں جا سکتے لیکن کوئی میرا بھائی اس سوال کو اُٹھا لیں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: سینیٹر صاحب۔

سینیٹر محمد اعظم خان سواتی: جناب چیئر مین ! پہلے میری گزارش سن لیں نا جی۔ میرا اگر آپ question لے لیں۔ اس کے بعد اگر مجھے پارٹی کی طرف سے اجازت ملی تو میں ضرور جا کر pursue کروں گا۔ جناب والا! question یہ ہے۔ خاص کر یہ ایک nation کا بہت بڑا problem ہے کہ جب آپ road کے اوپر جائیں گے داسو کی طرف، بھاشا کی طرف تو left-hand side پر بہت سارے گاؤں نظر آئیں گے۔ Ghost houses ہیں جس کے اوپر کھربوں روپیہ لیا گیا جس طرح عبدالقادر صاحب نے کہا عموماً سینیٹر سیف اللہ ابڑو صاحب ان چیزوں کو اٹھایا کرتے ہیں، کھربوں روپیہ ایسے ہی ghost houses بنا کر اور زمینیں زیادہ سے زیادہ دو فٹ چوڑی ہیں۔ جناب میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے ایک نہیں، لاکھوں کے حساب سے اس کے پیسے compensation کے اندر collect کیے گئے ہیں۔ ہم اپنے وقت بھی اس کو نہیں کر سکے۔ میں نے اس وقت بھی اٹھایا تھا لیکن ۔۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: ایک منٹ، سینیٹر صاحب، میں آپ سے request کروں گا آپ senior parliamentarian ہیں، کمیٹی میں as a member جانا اور بات ہے۔ یہ supplementary question ہے اس لحاظ سے اس کو address کرنے کے لیے اگر آپ کمیٹی میں تشریف لے جائیں گے تو میری آپ سے request ہو گی۔

سینیٹر محمد اعظم خان سواتی: جناب چیئرمین! میں آپ کے مطلب کو سمجھ گیا ہوں۔ میں کہہ رہا ہوں ان کا پورا staff یہاں پر بیٹھا ہوا ہے، ظاہر ہے اگر منسٹر صاحب نہیں جا سکتے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: منسٹر صاحب، آپ کمیٹی میں بات کریں۔

سینیٹر محمد اعظم خان سواتی: جناب چیئرمین! Staff کم از کم اس سارے paraphernalia کی ایک جو تصویر ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جناب، پھر وہ لمبا کام ہو جائے گا۔ میں نے کہا اس پر آپ کچھ کہنا چاہیں گے؟

(مداخلت)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی، جناب عبدالقادر صاحب آپ سب سے پہلے۔ آپ نے تو ہندسوں کی بات کی ہے، پیسوں کی بات کی ہے، آپ مطمئن رہیں۔

جناب محمد معین وٹو: جناب چیئرمین! اس میں ایک ایک چیز کا، ایک ایک project کا علیحدہ علیحدہ جواب تفصیل میں دیا بھی گیا ہے۔ جیسے کہ ہمارے فاضل سینیٹر صاحبان نے جتنی detail and reasons ان کی دریافت کی ہیں۔ اگر Standing Committee میں بھیج دیں تو اس میں shifting بھی ہو جائے گی، ایک ایک چیز کا علیحدہ علیحدہ جواب بھی آ جائے گا۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: باقی جو دوست جائیں گے وہ آپ کی بات سمجھ گئے ہیں وہاں پر پوچھ لیں گے۔ آپ کا بہت شکریہ۔ وقار مہدی صاحب Referred to the committee ہو چکا ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: سوال نمبر 55، سینیٹر کامران مرتضٰی صاحب تشریف نہیں رکھتے ہیں۔

(Q.No.55)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: سوال نمبر 56، سینیٹر کامران مرتضٰی صاحب تشریف نہیں رکھتے ہیں۔

(Q.No.56)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: سوال نمبر 57 سینیٹر سید مسرور احسن صاحب، استاد سید مسرور احسن صاحب، سینیٹر صاحب۔

(Q.No.57)

سینیٹر سید مسرور احسن: جناب چیئرمین ! جواب تو اس میں مکمل آگیا ہے۔ ایک چیز میرے ذہن میں ہے کہ ایک جگہ کہا گیا ہے کہ متعدد متاثرین معاوضے کے ایوارڈ کے اعلان کے باوجود مقررہ معاوضہ وصول کرنے اور حاصل شدہ اراضی خالی کرنے پر آمادہ نہیں ہیں۔ اس کی کیا وجوہات ہیں؟ وزیر صاحب بتائیں گے؟

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی، منسٹر میاں ریاض حسین پیرزادہ صاحب۔

جناب میاں ریاض حسین پیرزادہ: (وفاقی وزیر برائے ہاؤسنگ اینڈ ورکس) سوال ذرا پھر کریں۔ مجھے سمجھ نہیں آئی سینیٹر صاحب کیا پوچھ رہے ہیں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی، سینیٹر سید مسرور احسن صاحب ذرا اپنے question کو دوبارہ دہرا دیں۔

جناب میاں ریاض حسین پیرزادہ: سینیٹر صاحب کہتے ہیں کہ جواب مکمل آگیا ہے۔ ان کی کوئی تجویز ہے۔

سینیٹر سید مسرور احسن: جواب مکمل آگیا ہے لیکن آپ نے ایک point پر کہا ہے کہ متعدد متاثرین معاوضے کے ایوارڈ کے اعلان کے باوجود مقررہ معاوضہ وصول کرنے اور حاصل شدہ اراضی خالی کرنے پر آمادہ نہیں ہیں۔ کیوں؟

جناب میاں ریاض حسین پیرزادہ: جناب چیئرمین! کچھ ایسے لوگ معاوضہ زیادہ چاہتے ہیں۔ وہ محکمہ کے ساتھ اب بیٹھ رہے ہیں کیونکہ ابھی یہ project شروع ہوا ہے۔ اس کو ان شاءاللہ 100% کریں گے جگہ بھی خالی ہو رہی ہیں اور لوگ خود بخود قبضے بھی دے رہے ہیں۔ ان کے ساتھ مذاکرات ہوئے ہیں وقت کے ساتھ ساتھ ٹھیک ہو جائے گا ان شاءاللہ۔ کیونکہ یہ project بہت دیر سے رکا ہوا تھا۔ ابھی پچھلے دو، تین مہینے سے شروع ہوا تو چھوٹی چھوٹی چیزیں ہیں جو سینیٹر صاحب کہہ رہے ہیں اس کی ہم تعمیل کریں گے ان شاءاللہ۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جناب سینیٹر طلحہ محمود صاحب، آپ کچھ پوچھنا چاہ رہے ہیں؟

سینیٹر محمد طلحہ محمود: جناب چیئرمین! اس جواب میں انہوں نے کہا ہے کہ سیکٹر میں 1,129 constructed املاک BUPs موجود ہیں۔ انہوں نے کہا 580 قانونی ہیں اور 549 غیر قانونی ہیں۔ 549 غیر قانونی یہ کیا چیز ہے؟

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی منسٹر صاحب۔

جناب میاں ریاض حسین پیرزادہ: جناب چیئرمین! یہ built-up property ہیں۔

(مداخلت)

سینیٹر محمد عبدالقادر: جناب چیئرمین! ایوارڈ پچھلے کتنے سالوں سے شروع ہوا اور اس کے ساتھ CDA نے بھی شروع کیے تھے وہ تو ان کا نہیں ہے۔ وہ بھی پچھلے دس پندرہ سال سے شروع ہوئے ہیں وہ بھی final نہیں ہو رہے۔ میرے خیال سے یہ بھی کافی سالوں سے شروع ہے جو فائنل نہیں ہو رہا۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: سینیٹر عبدالقادر صاحب کا بھی جواب۔ جی، جواب دیتے ہیں۔ جی، طلحہ محمود صاحب، جی، منسٹر صاحب۔

جناب میاں ریاض حسین پیرزادہ: جناب چیئرمین! ان کا سوال یہ ہے کہ disparity کیوں ہے؟ جناب! جو satellite کے ذریعے اوپر سے images لیے جاتے ہیں وہ ایک منزلہ گھر، دو منزلہ گھر، تین منزلہ گھر، جو پچھلا ایوارڈ ہوا تھا اس میں lacunas تھے، لوگوں نے زیادہ claim کیا ہوا ہے۔ ہمارے کچھ تین منزلہ ہیں ان کو record کیا جا رہا ہے۔ جیسے جیسے clear ہوتے جا رہے ہیں clear ہوتے جائیں گے کیونکہ بہت مدت سے یہ stalled project تھا۔ شکر کریں کہ ہماری تین سال کی محنت کے بعد چل پڑا ہے۔ جو تجاویز دے رہے ہیں اور ہمارے چیئرمین اسٹینڈنگ کمیٹی بٹ صاحب کافی meetings بھی کرتے ہیں اور ان کا account بھی لیتے رہتے ہیں۔ اسٹینڈنگ کمیٹی میرے خیال میں سب سے زیادہ فعال اگر ہے تو Standing Committee on Housing and Works ہے سینیٹر ناصر محمود صاحب اس کا account لے رہے ہیں ان کو بھی بخوبی پتا ہے۔ جیسے محنت ہو رہی اسٹینڈنگ کمیٹیوں کی مدد سے اور ہمارے محکمہ کی طرف سے پچھلے سارے stalled projects تھے اب شروع ہوئے ہیں۔ ان شاءاللہ یہ relief جلد لوگوں کو پہنچ جائے گا۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: شکریہ، منسٹر صاحب۔ سینیٹر سید وقار مہدی صاحب last supplementary

سینیٹر سید وقار مہدی: جناب چیئرمین! میرا supplementary question یہ ہے کہ متعدد متاثرین معاوضے کے ایوارڈ کے اعلان کے باوجود مقررہ معاوضہ وصول کرنے اور حاصل شدہ اراضی خالی کرنے پر آمادہ۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ متاثرین جو معاوضہ وصول کر چکے ہیں تو ان سے وہ جگہ کیوں نہیں خالی کرائی گئی؟ کون سے لوگ اس میں ان کے ادارے کے ملوث ہیں کہ جس نے جگہ خالی کرائے بغیر معاوضہ بھی

دے دیا اور متاثرین یا جو بھی لوگ ہیں وہ بیٹھے ہوئے ہیں۔اس کی بھی inquiry ہونی چاہیے کہ ان کو معاوضہ کس نے دیا اور کیوں دیا بغیر جگہ خالی کرائے؟

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی، منسٹر میاں ریاض حسین پیرزادہ صاحب۔

جناب میاں ریاض حسین پیرزادہ: جناب چیئرمین! جواب جن کا ہے ان کو سارا ریکارڈ چلا جاتا ہے۔ ہمارے پاس ساری تفصیل ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: Annexures میں دیا ہوا ہے۔

جناب میاں ریاض حسین پیرزادہ: جناب چیئرمین! سارے annexures لگے ہوئے ہیں۔ایک ایک چیز کی information ہے کیونکہ projects اب چل پڑے ہیں۔ ایک ایک چیز کا جواب دے رہے ہیں جنہوں نے question کیے ہیں ان کے لیے بھی ہمارے پاس proper جواب ہے اور delay صرف کچھ لوگوں کے ایسے حالات ہیں جو تھوڑا سا resist کر رہے ہیں کہ rate مناسب نہیں ہے۔ اب اس کے لیے دن رات مذاکرات بھی چل رہے ہیں۔۔۔۔ (جاری۔۔۔T05)

T05-25Aug2026 Mariam Arshad/Ed:Shakeel 11:30 a.m.

جناب میاں ریاض حسین پیرزادہ: (جاری۔۔۔۔۔) یہ جو delay ہے وہ صرف اس لیے ہے کہ کچھ لوگوں کے ایسے حالات ہیں جو تھوڑا سا resist کر رہے ہیں کہ یہ rate مناسب نہیں ہے۔ اب اس کے لیے دن رات مذاکرات چل رہے ہیں اور آہستہ آہستہ، جیسے جیسے وہ مطمئن ہو رہے ہیں۔ جب یہ قیمتیں ان کو ادا کرنے کا وعدہ کیا گیا تھا تو اس وقت زمینوں کی یہ value شاید نہیں تھی۔ لوگ سمجھ رہے ہیں کہ پیسے تھوڑے ہیں لیکن آج کے لحاظ سے ان کو جو plot مل رہا ہے وہ پانچ، چھ کروڑ کا مل رہا ہے۔ اگر ان کو payment تھوڑی ہو رہی ہے تو جیسے ہی ان کے ہاتھ میں یہ کاغذ آئے گا تو ان کو منافع اتنا ہی چلا جائے گا جو آج کی market کے مطابق ہے۔ یہ ساری چیزیں calculate ہو رہی ہیں اور اس میں محکمے کا اور جب سے میں نے charge لیا ہے۔اس کے بعد میں ان لوگوں سے ملتا بھی ہوں اور ہم دیکھ بھی رہے ہیں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: منسٹر صاحب بہت شکریہ۔ اگر آپ یہ papers سینیٹر وقار مہدی، سینیٹر عبدالقادر کے staff کو دے دیں تو ان کے لیے آسانی ہو جائے گی۔

جناب میاں ریاض حسین پیرزادہ: کون سے سینیٹر صاحب؟

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: وقار مہدی صاحب آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے ہیں اور سینیٹر عبدالقادر۔

Mr. Presiding Officer: Question No.58. Senator Haji Hidayatullah.

(Q.No.58)

سینیٹر ہدایت اللہ خان: جناب پریذائیڈنگ آفیسر! بہت شکریہ۔ میرا سوال نمبر 58 ہے۔ کیا وزیر برائے توانائی (پیٹرولیم ڈیویژن) بیان فرمائیں گے کہ گزشتہ تین سالوں کے دوران Oil and Gas Development Company Limited میں deputation کی بنیاد پر تعینات کیے گئے افسران کی تفصیلات کیا ہیں؟ یہ جو نئے ملنے والے allowances اور مراعات کیا ہیں؟ تین سال سے زائد عرصے سے deputation کی بنیاد پر خدمات سرانجام دینے والے افسران تفصیلات کیا ہیں؟ ان کے اصل محکمے کون سے ہیں؟

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: سینیٹر ہدایت اللہ خان صاحب آپ مائیک کے نزدیک آ جائیں تو دوست سن لیں گے۔

سینیٹر ہدایت اللہ خان: میں ان کے جواب سے مطمئن ہوں، انہوں نے جواب ٹھیک دیا ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جواب ٹھیک ہے، بڑی بات ہے۔ منسٹر علی پرویز حاجی ہدایت اللہ صاحب آپ کے جواب سے مطمئن ہیں۔ بہت شکریہ۔ Question No.59. بھی سینیٹر ہدایت اللہ خان کا ہے۔

(Q.No.59)

سینیٹر ہدایت اللہ خان: اس سوال میں نے پوچھا ہے کہ کیا وزیر برائے توانائی (پیٹرولیم ڈیویژن) بیان فرمائیں کہ گزشتہ تین سال کے دوران لکی مروت اور کرک میں واقع تیل اور گیس کے ذخائر اور OGDCL اور دیگر companies کے مجموعی طور پر تیل اور گیس کی پیداوار کی سال وار تفصیلات کیا ہیں؟

اس میں انہوں نے تفصیل دی ہے اور وہ ٹھیک ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: آپ مطمئن ہیں؟

سینیٹر ہدایت اللہ خان: جی جی۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: بہت شکریہ حاجی صاحب۔ منسٹر صاحب! حاجی صاحب بہت مطمئن ہیں کہ آپ ٹھیک جواب دیتے ہیں۔ سینیٹر اعظم سواتی کا ضمنی سوال ہے۔ سواتی صاحب۔Technical question ہوگا غور سے سنیے گا۔

سینیٹر محمد اعظم خان سواتی: جناب پریذائیڈنگ آفیسر! بہت simple سوال ہے، وزیر صاحب اچھے قابل وزیر ہیں۔ میں نے وقت ان کو کافی committees میں سنا ہے۔ میں صرف یہ پوچھ رہا ہوں کہ جو آئل نکلتا ہے اس کو refine کہاں کیا جاتا ہے اور اس کے لیے کیا process use کرتے ہیں؟

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: منسٹر صاحب۔

جناب میاں ریاض حسین پیرزادہ: Honourable Senator نے جو پوچھا ہے کہ تیل اور گیس مقامی طور پر یہاں پر دریافت ہوتا ہے اس کو کہاں پر refine کیا جاتا ہے۔ جو قریب ترین refinery ہوتی ہے اس کیس کے اندر Attock refinery ہے راولپنڈی کے پاس ہے۔ اس کو وہاں پر لا کر refine کیا جاتا ہے اور اس کے بعد OGRA کے مطابق جو oil marketing companies کو جو allocation ہوئی اس کے مطابق اس کو تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ جہاں تک گیس کا معاملہ ہے وہ کیونکہ KP والا سارا area ہے یہ SNGPL کی responsibility بنتی ہے تو وہاں سے اس کو SNGPL کے network میں اس کو ڈال دیا جاتا ہے۔

جناب پریذائیڈنگ: بہت شکریہ منسٹر صاحب۔

Question No.70. Senator Dr. Zarqa Taimur. وہ تشریف نہیں رکھتی ہیں۔ اس کے بعد ہے Question No.61. Senator Dr. Zarqa Taimur, وہ تشریف نہیں رکھتی ہیں۔ Question No.62. Senator Muhammad Azam Khan Swati. جناب سواتی صاحب آپ کا اپنا سوال ہے۔

(Q.No.62)

سینیٹر محمد اعظم خان سواتی: جناب پریذائیڈنگ آفیسر! جواب تو بہت تفصیل سے دیا گیا ہے لیکن اس کے اندر میری personal effort تھی کہ سارے railway colonies کے اندر بجائے اس کے ہم بجم کے حساب سے جو بجلی خریدتے تھے اور اس میں ایک سال میں تقریباً دو ارب روپے کا نقصان ہوتا تھا تو میں نے بہت effort کرکے ساری railway کی colony throughout Pakistan meter لگانے کا کام شروع کیا تھا۔ کیا یہ وزیر صاحب کے علم میں ہے کہ وہ جو project تھا جو تقریباً 80% complete ہو چکا تھا، وہ complete ہو چکا ہے اور کیا اس کے دور است نتائج 2 billion روپے جو لوگوں کی جیبوں میں جاتا تھا، ضائع ہوتا تھا۔ وہ اب اصل میں بچ گیا ہے یا نہیں؟ اگر information نہیں ہے تو پھر اس کو مہربانی کرکے committee کو refer کر دیں۔ میں اپنی Party سے اجازت لے کر خود بھی آؤں گا کیونکہ وہ ایک بہت زبردست قسم کا project تھا جو ہم نے شروع کیا تھا تاکہ اتنی بڑی رقم کی بچت ہو سکے پاکستان کے اس غریب ملک کو جی۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: سواتی صاحب۔ جناب عبدالقادر صاحب۔

سینیٹر محمد عبدالقادر: میں چاہتا ہوں کہ یہ جو smart metering ہے، یہ جو نئے meter لگا رہے ہیں اس کی total cost کتنی ہو گی اور یہ consumer سے recover کی جا رہی ہے یا یہ حکومت نے جس طرح لکھا ہے کہ donor سے loan لیا ہے اور یہ چیزیں کی ہیں، ایک چیز یہ ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ جو انہوں نے ہمیں initially committee میں report بتائی تھی کہ 35000, 36000 روپے کا یہ ایک meter آرہا تھا یا میرا خیال اس سے بھی زیادہ تھا اور اگر اس کو locally بنائیں گے۔ Meter بنانا کوئی highfy technology نہیں ہے تو وہ 14000 روپے کا پڑے گا۔ جس طرح یہ Millions میں ہے تو اس سے کئی ارب مطلب سو ارب یا ڈیڑھ سو، دو سو ارب روپے بچنے کا بھی chance ہے اور ہماری جو foreign currency import میں involve ہوتی ہے وہ بھی بچے گی۔

دوسری بات یہ تھی کہ اس کی cost کو rationalise کرکے اگر پاکستان میں ہی اس کو بنائیں اور اس کی import سے بچ جائیں تو وہ پاکستان میں کب تک بن سکتا ہے؟ تیسری بات یہ ہے کہ اس meter کے لگنے کے بعد theft or wastage of

electricity ہےاس میں کافی high figures ہیں، ان کے کم ہونے سے عوام کو اس سے کوئی فائدہ ہو رہا ہے یا نہیں۔اس کو per unit یا per month کیا فائدہ ہو گا؟

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: ڈاکٹر طارق فضل چوہدری صاحب۔

جناب ڈاکٹر طارق فضل چوہدری: جناب پریذائیڈنگ آفیسر! بہت شکریہ۔ سواتی صاحب نے جو سوال کیا ہے وہ بنیادی طور پر جو سوالات پوچھے گئے ہیں اس relevant question میں اس سے تھوڑا سے ہٹ کے ہے۔ وہ خاص طور پر ایک project کی بات کر رہے ہیں، Railway Colonies میں جو انہوں نے کوئی اپنے دور میں specifically کوشش کی تھی کہ وہاں پر جو thefts تھیں ان کو روکنے کے لیے smart metering کی Installation کی اور اس کے لیے وہ بتا رہے ہیں کہ 80 billion کا ایک project تھا۔ اس کی تفصیلات تو ظاہر ہے میرے پاس نہیں ہیں وہ بالکل اس سوال سے ہٹ کر ایک subject ہے اور اگر وہ چاہتے ہیں کہ اس کو committee میں refer جائے تو ہمیں اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: یہ اچھا ہے نا کہ اعظم سواتی صاحب نے کہا کہ اس سوال کے لیے میں کمیٹی جاؤں گا تو یہ بہت اچھی پیش رفت ہے۔ Referred to the Committee Senator Swati.

جناب ڈاکٹر طارق فضل چوہدری: جناب پریذائیڈنگ آفیسر! ٹھیک ہے اور اسی میں جو دوسرا سوال ہے address ہو جائے گا۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: عبدالقادر صاحب آپ بھی کمیٹی میں جانا چاہیں تو آپ کمیٹی میں جایئے گا۔

جناب ڈاکٹر طارق فضل چوہدری: میں shortly بتا سکتا ہوں لیکن چونکہ کمیٹی میں جا رہا ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: عبدالقادر صاحب آج question hour ہمیں complete کرنا ہے۔ کوئی نہ کوئی ممبر Chair کرتا ہے، کوئی دوسرا ممبر Chair کر رہا ہے انشاءاللہ ہو جائے گا۔

جناب ڈاکٹر طارق فضل چوہدری: جناب پریذائیڈنگ آفیسر! ہماری جتنی بھی National Assemblyکی وہ Committeesجن کے Chairmanجو PTIسے تھے۔ ہم سارےregular stationsکر رہے ہیں اور جو ممبر at presenceموجود ہوتا ہےany of the memberاس کوChairکرلیتا ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: ابھی اگلے دن بھی سینیٹر گھمرو نے ایک کمیٹی کی meetingکی ہے تو یہ ہوتی رہتی ہیں۔ Question No.63. Senator Muhammad Azam Khan Swati.

(Q.No.63)

سینیٹر محمد اعظم خان سواتی: میرا سوال بھی کافی detailمیں تھا اور جواب بھی بڑی تفصیل سے دیا گیا ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: بہت مہربانی۔ ڈاکٹر صاحب سواتی صاحب جواب سے مطمئن ہیں۔ سینیٹر ہدایت اللہ خان۔

سینیٹر ہدایت اللہ خان: جناب پریذائیڈنگ آفیسر! بہت شکریہ۔ میں نے منسٹر صاحب سے سوال کیا تھا کہ، انہوں نے 2023کا جواب دیا ہے اور پھر بعد میں انہوں نے لکھا ہے کہ ابھی تک یہ ہی صورت حال ہے جو انہوں نے درج کیا ہے۔ میرے خیال میں یہ بھی ٹھیک ہے۔ میرا کوئی ضمنی سوال نہیں ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: آپ مطمئن ہیں؟

سینیٹر ہدایت اللہ خان: میں بالکل مطمئن ہوں۔

(جاری-----T06)

T06-25Aug2026 Tariq/Ed: Waqas. 12:00 Noon

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: حاجی صاحب، آپ مطمئن ہیں؟

سینیٹر ہدایت اللہ خان: جی بالکل مطمئن ہوں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: میاں ریاض حسین پیرزادہ صاحب، ہمارے سینیٹر صاحب آپ کے جواب سے مطمئن ہیں۔ اگلا سوال نمبر ۶۵، سینیٹر محمد اعظم خان سواتی صاحب۔

Q. No.65.

سینیٹر محمد اعظم خان سواتی: جناب چیئرمین! اس میں پیرزادہ صاحب سے یہ گزارش ہے کہ انہوں نے اس میں جو بھی action لیا ہے اور جو unauthorised accommodation or houses انہوں نے خالی کرائے ہیں اگر اس کی فہرست مجھے دے دیں تاکہ میں اسے ایک نظر دیکھ لوں کیونکہ سینیٹ میں ہمارا جو بنیادی کام ہے وہ oversight کا ہے تاکہ میں اسے اپنے طور پر verify کر لوں پھر میں اسے آپ کی نظر کروں۔

میاں ریاض حسین پیرزادہ: جناب ہم فہرست فراہم کر دیں گے۔ چھوٹے گھروں میں جو تجاوزات ہوئیں، لوگوں نے گیراج بنائے اور کرائے پر دیے تو میں نے Cabinet کی طرف سے اجازت لے کر Intelligence Bureau کو اپنے محکمے کے ساتھ بٹھایا تاکہ فی الحال ان گھروں کو گرایا بھی نہ جائے اور گرانے کا کام CDA کا ہے، ہم نے جو خالی کرائے ہیں اور جن لوگوں کو پتا چلا کہ وہ ناجائز طور پر بیٹھے ہیں تو 1100 گھر تو لوگ چھوڑ کر چلے گئے تھے اور Government Waiting List کے مطابق on merit لوگوں کو وہ گھر دے دیے گئے تھے اور باقی اگر یہ فہرست کہتے ہیں تو ہم انہیں فراہم کر دیتے ہیں بے شک یہ اسے دیکھ لیں کیونکہ اس میں Intelligence Bureau ہمارے ساتھ کام کر رہی ہے اور یہ سارا ہم نے ان کے ساتھ مل کر کیا ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: بہت شکریہ۔ Question hour is over. Now we will take up the leave applications.

Leave of Absence

Mr. Presiding Officer: Senator Asad Qasim has requested for the grant of leave for 25th August, 2026 during the current session due to personal engagements. Is leave granted?

(Leave was granted)

Mr. Presiding Officer: Senator Kamran Murtaza has requested for the grant of leave for 25th August, 2026 during the current session due to the personal engagements. Is leave granted?

(Leave was granted)

Mr. Presiding Officer: Senator Bushra Anjum Butt has requested for the grant of leave from 17th to 21st August, 2026 during the current session due to the personal engagements. Is leave granted?

(Leave was granted)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی منسٹر علی پرویز ملک صاحب۔

جناب علی پرویز ملک (وفاقی وزیر پٹرولیم): جناب چیئرمین! بہت شکریہ۔ میں نے صرف اتنی گزارش کرنی تھی کہ ہمارے کچھ سعودی عرب سے مہمان آئے ہوئے ہیں، یہاں پر سینیٹر طلحٰہ محمود صاحب کا ایک Calling Attention Notice Petroleum Division سے متعلقہ ہے اگر اسے پہلے take-up کر لیں تو مہربانی ہو گی۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: منسٹر صاحب، طلحٰہ محمود صاحب شاید lobby میں ہیں، انہیں check کر لیتے ہیں۔ طلحٰہ محمود صاحب agenda Item No.13 Energy and Petroleum Division کا ہے۔

Calling Attention Notice raised by Senator Muhammad Talha Mahmood regarding non-completion of Pak-Iran Gas Pipeline within Pakistan resulting in consistent gas shortage in the country

سینیٹر محمد طلحٰہ محمود: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب میں ذرا باہر تھا، شاید ایجنڈا نمبر ۱۳ کی ہی بات ہو رہی ہے۔ جناب میں اس بابت تھوڑی سی بات کرنا چاہتا ہوں۔ یہ ایران پاکستان گیس پائپ لائن سے حوالے سے بات چیت ہے، میں اس کی progress کے بارے میں

پوچھنا چاہتا ہوں۔ یہ منصوبہ 2006 میں شروع ہوا تھا اور آج ہم 2026 میں بیٹھے ہیں اور میری اطلاع کے مطابق ایران نے پاکستان کے بارڈر تک پائپ لائن بچھا دی ہے۔ پہلے یہ IPI (Iran-Pakistan-India) کے حوالے سے تھا، پھر انڈیا بیچ میں سے نکل گیا ایران اور پاکستان رہ گئے۔ ہم اس وقت shortage of gas میں ہیں اور اگر ہمیں وہاں سے وہ گیس ملتی ہے تو ملک کا بڑا بھلا ہو سکتا ہے اور ابھی مجھے معلوم نہیں ہے کہ ایران پر جو sanctions ہیں وہ problem ہیں اور ہو سکتا ہے کہ وہ حالات بہتر ہو جائیں لیکن اگر وہ حالات بہتر ہو جائیں اور یہ پائپ لائن لگانے کی position میں آ جاتے ہیں تو میرے لیے سب سے بڑا سوال یہ پیدا ہو گا کہ ایران نے تو اپنی تیاری کی ہوئی ہے، بارڈر تک اس نے پائپ لائن بچھائی ہے، ہم نے کیا تیاری کی ہے؟ کیا ہم نے بھی اپنی تیاری مکمل کی ہے کہ اگر sanction وغیرہ کے مسئلے سے جان چھوٹتی ہے تو ایران سے ہماری پائپ لائن فوراً جڑے گی یا پھر اس میں سال ہا سال لگیں گے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی منسٹر صاحب۔ منسٹر صاحب، قائد حزب اختلاف، راجہ ناصر عباس صاحب بھی کوئی سوال کرنا چاہتے ہیں، آپ پھر اکٹھا جواب دے دیجیے گا۔

Senator Raja Nasir Abbas (Leader of the Opposition)

سینیٹر راجہ ناصر عباس (قائد حزب اختلاف): بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین! اس سے پہلے پٹرولیم اور گیس کی Standing Committee میں ایک in camera session ہوا تھا، وہاں پر ہمارے وفاقی سیکریٹری پٹرولیم اور باقی لوگ بھی تھے، انہوں نے کہا تھا کہ یہ گیس پائپ لائن ہمارے لیے feasible نہیں ہے، پاکستان کے نقصان میں ہے، یہ بات وہاں پر انہوں نے کہی تھی، لہٰذا یہ ہم نہیں بنائیں گے۔ یہ باقاعدہ اس اجلاس میں کہا گیا تھا اگر آپ کے پاس اس اجلاس کے minutes or report ہوں تو آپ دیکھ لیں، میں بھی اس میں اتفاقاً موجود تھا کیونکہ میں اس Standing Committee کا رکن تھا تو ہم نے ان سے سوال کیا تھا کہ جب یہ feasible ہی نہیں تھی تو آپ نے کیسے اپنے President کو تیار کیا اور ان سے یہ سارے sign کروائے، پورے پاکستان کا صدر جب sign کرتا ہے تو ایک اعتبار ہوتا ہے، اس کی عزت اور حیثیت ہوتی ہے۔ بہر حال وہ کہتے ہیں کہ یہ ہمیں suit نہیں کرتی، یہ سراسر ہمارے نقصان میں ہے، یہ اس وقت کہا تھا۔ ایک بات sanction کی بھی تھی، اسی حوالے سے ایران پاکستان کے خلاف فرانس میں عدالت میں گیا تھا اور تقریباً اٹھارہ ارب ڈالر جرمانے کا خدشہ اور اندیشہ تھا لیکن جب وہ case چل رہا تھا اس دوران ان کے President بھی آئے، بات چیت ہوئی پھر جب یہ جنگ شروع

ہو گئی تو پاکستان کا role اس پورے region کے اندر بہت بڑا بن گیا ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ پاکستان نے ڈونلڈ ٹرمپ کو bail out کیا ہے، جس جنگ میں وہ پھنسا ہوا تھا، جہاں اس خطے کے امن کے حوالے سے پاکستان نے کام کیا ہے وہاں ڈونلڈ ٹرمپ کو بھی بہت فائدہ ہوا ہے، للذا پاکستان کو کوشش کرنی چاہیے کہ کم از کم ڈونلڈ ٹرمپ سے کہے کہ ہم پر sanction نہ لگاؤ کیونکہ ہمارے اوپر economic crises ہیں اگر sanction کا مسئلہ ہے تو یہ بہترین وقت ہے اور پاکستان بات کرے، جیسے اور بہت سے ملک اس سے استفادہ کرتے ہیں اور فائدہ اٹھاتے ہیں تو اس لیے میری گزارش یہ ہے کہ جیسے جناب محمد طلحٰہ محمود صاحب نے کہا کہ یہ گیس پائپ لائن بنی ہے اور انہوں نے اپنا کام مکمل کیا ہوا ہے، تھوڑا سا ہے جب پاکستان کی طرف سے ہو جائے گا تو وہ complete ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ بھی کچھ ایسی چیزیں ہیں جو انہوں نے پاکستان کے اندر گیس پائپ لائن کے حوالے سے offers کی تھیں، جو بنکوں سے loans لینے تھے، وہ شاید Asian Bank تھا یا معلوم نہیں کون سا بنک تھا، ایسی چیزیں بھی تھیں۔

میرے خیال میں بیس سال پہلے اگر یہ گیس پائپ لائن بن جاتی تو پاکستان کے اندر بہت سے economic crises آئے، مہنگائی آئی ہے، چیزوں کی shortage آئی ہے، آج ہماری industry بھی چل رہی ہوتی، ہمارا international market میں جو production کے حوالے سے competition ہے، چیزیں جو بنتی ہیں ان کی قیمتیں بھی اتنی زیادہ نہ ہوتیں، اتنا خرچہ نہ ہوتا کہ ہم compete ہی نہیں کر سکتے۔ میرے خیال میں یہ بہت بڑا مسئلہ ہوا ہے، آپ نے sign کیے ہیں اور اس کے بعد اس پر آپ نے عمل نہیں کیا ہے، ان کی شرافت ہے کہ وہ آپ کے ساتھ اس طرح سے نہیں الجھے ہیں یا ابھی جنگ ہو رہی ہے اور شاید ابھی اس position میں بھی نہ ہوں لیکن پاکستان اس position میں ہے، ڈونلڈ ٹرمپ سے بات کریں، چونکہ آپ نے اس پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ اتنا بڑا احسان اس پر کوئی نہیں کر سکتا تھا جو آپ نے کیا ہے، آپ پر ایرانی حکومت بھی اعتماد کرتی ہے اور وہاں ڈونلڈ ٹرمپ بھی اعتماد کرتا ہے تو میرے خیال میں اس حوالے سے پاکستان کی خاطر حکومت پاکستان کو اقدام کرنا چاہیے اور ایران سے گیس لینے کے حوالے سے اور اس گیس پائپ لائن کے حوالے سے مسئلے کو حل کرنا چاہیے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی سینیٹر محمد عبدالقادر صاحب۔

<u>Senator Mohammad Abdul Qadir</u>

سینیٹر محمد عبدالقادر: جناب میں اس بارے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہمارے ان بارڈرز سے اس وقت بھی گیس LPG کی shape میں آتی ہے۔ یہ پائپ لائن والے تو بڑے معاملات ہیں اور اس میں international powers کا balance of power and trade issues ہیں جیسا کہ ابھی انہوں نے ذکر کیا کہ وہ ٹرمپ کے direct نیچے آتے ہیں۔ میری یہ درخواست ہے کہ بلوچستان کے ذریعے جو بارڈر سے LPG آتی ہے اسے بہت زیادہ مسائل کا سامنا ہے۔ منسٹر صاحب یہاں بیٹھے ہیں، جب بھی پٹرولیم ڈویژن سے کہتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ Commerce کا مسئلہ ہے، Commerce والوں کو کہتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ Customs کا مسئلہ ہے، Customs والے کہتے ہیں کہ NLC کا مسئلہ ہے تو یہ ایک چیز ہے کہ منسٹر صاحب اس پر ذرا غور کریں۔

دوسرا جناب اس دن وزیراعظم صاحب نے ایک meeting کی تھی، منسٹر صاحب آپ ذرا متوجہ ہوں، میں آپ کے لیے بہت اہم بات کر رہا ہوں، بات یہ ہے منسٹر صاحب کہ اس دن وزیراعظم صاحب نے ایک meeting کی تھی، بلوچستان والے لوگ آئے تھے، وہاں پر جناب میں بات کرنا چاہتا تھا مگر وقت کی کمی کی وجہ سے اور آپ کے ڈر اور سختی کی وجہ سے نہیں کر سکا۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جناب قادر صاحب ایک منٹ۔

سینیٹر محمد عبدالقادر: جناب میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ دیکھیں کہ محتاط اندازے کے مطابق کوئی دو ارب ڈالر کا پٹرول ایران یا پیچھے کسی اور ملک سے ہمارے اس سے بارڈر سے آتا ہے۔۔۔۔آگے جاری۔۔۔(T-07)

T07-25Aug2026 FAZAL/ED: Shakeel 12:10 pm

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: عبدالقادر صاحب! ایک منٹ۔

سینیٹر محمد عبدالقادر: جناب! ایک منٹ۔ یہ بلوچستان کا معاملہ ہے۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ محتاط اندازے کے مطابق کوئی دو ارب ڈالرز کا پٹرول چاہے ایران یا پیچھے کسی اور سے ملک سے آتا ہے لیکن اس کا فائدہ properly نہ حکومت کو ہے اور نہ وہ جو لوگ لا رہے ہیں ان کو ہے۔ اس پر بیٹھ کر comprehensive policy ضرور بنائیں کیونکہ لوگ جو۔۔۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: عبدالقادر صاحب! گزارش سن لیں۔ یہ Calling Attention Notice ہے۔ آپ اس کے mover نہیں ہیں۔ آپ Rules کے خلاف نہ جائیں۔

سینیٹر عبدالقادر: جناب! Minister Sahib سے میری دوسری request ہے کہ ان کو Prime Minister نے کہا تھا کہ ایک کمیٹی بنائیں اور بلوچستان جائیں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ میں نے پہلے بھی اس فلور پر یہ بات کی تھی کہ جو ادھر غریب لوگ ہیں وہ پورا سال جو گیس استعمال کرتے ہیں، وہ lower slab میں ہوتی ہے۔ جب slab اوپر جاتا ہے، ان کے ریٹ تین چار گنا ہو جاتے ہیں۔ اس issue کو یہی ہاؤس حل کر سکتا ہے۔ تو جب اس کمیٹی میں منسٹر صاحب آپ تشریف لے جائیں، ہمیں بھی ضرور بتائیں۔ یہ دو issues ہیں۔ یہ پانچ چھ سو ارب کی یا تین سو ارب روپے کی اگر وہاں پر کرپشن ہو رہی ہے اس کو خدارا روکیں۔ کچھ حکومت کو فائدہ ہو، کچھ عوام کو ہو۔ یہ جو illegal smuggling ہے اس کو آپ تھوڑا discuss کریں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: میں نے گزارش کی اپنے دوست سے کہ Calling Attention Notice پر mover کے علاوہ کوئی نہیں بول سکتا۔ جی منسٹر صاحب۔

Mr. Ali Pervaiz Malik, Minister for Petroleum

جناب علی پرویز ملک (وزیر برائے پٹرولیم): جناب چیئرمین! سب سے پہلے تو میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے میری درخواست پر اس کو پہلے take up کر لیا۔ میں دونوں چیزیں جو عبدالقادر صاحب، معزز لیڈر آف دی اپوزیشن اور طلحہ محمود صاحب جو اس Calling Attention Noticed کے mover ہیں اس پر بات کر کے آپ کو اپنی رائے کا ضرور اظہار کر دیتا ہوں۔

جناب چیئرمین! جو ایران پاکستان پائپ لائن ہے یہ بات بالکل اپنی جگہ ٹھیک ہے کہ ایران نے اس کے اوپر کافی physical progress کر لی ہوئی ہے، کیونکہ اپنی پارس فیلڈ سے وہ ایران شہر جو ہمارے بارڈر کے قریب ان کا آخری بڑا شہر ہے، وہاں تک انہوں نے گیس فراہم کر دی ہوئی ہے۔ آگے سے اس کی جو connectivity ہے، اس کے اوپر وہ یقیناً ابھی کام نہیں ہوا اور اس میں جو بنیادی دقت ہے وہ یہ ہے کہ پاکستان کی سائیڈ کے اوپر کیونکہ sanctions موجود ہیں، تو کوئی عملی پیش رفت نہیں ہوئی۔ اور یہ بھی جو علامہ صاحب نے بات کی ہے وہ پیرس کے اندر arbitration کے اندر گئے ہوئے ہیں، لیکن علامہ صاحب! میں

گزارش اتنی کروں گا کہ ایران ہمارا برادر ملک ہے اور ان کی قیادت کے ساتھ ہماری جو قیادت ہے پوری طرح سے engaged ہے اور اس کا کوئی amicable جو اطمینان بخش اس کا کوئی resolution جو دونوں ممالک کو قابل قبول ہو، اس کے اوپر کام ہو رہا ہے۔اس کے لیے پرائم منسٹر صاحب نے ministerial oversight committee بھی بنائی ہوئی ہے اسحاق ڈار صاحب جس کی خود بھی سربراہی کر رہے ہیں اور اٹارنی جنرل صاحب بھی اس کے اندر ہیں اور میں بھی اس کے اندر ہوں۔ تو اس کا کوئی پاکستان کے مفاد کے اندر، میں اس سے آگے بات کرنا نہیں چاہتا کہ اگر ریٹ کی اور ان چیزوں کے اندر گیا تو معاملات الجھ جائیں گے، پر اس کو پاکستان کے مفاد کے اندر، litigation کو بھی جو آپ کے پاس ایک potential liability آپ کے سر کے اوپر کھڑی ہوئی ہے اور آپ نے اپنے ایندھن کی جو آگے پاکستان نے اپنی ضرورت کس طرح سے meet کرنی ہے اس کے اندر یہ کہاں پر fit in کرتی ہے اس کو دیکھتے ہوئے اس کا کوئی حل نکالنے کی کوشش کریں گے۔

جناب چیئرمین! جو عبدالقادر صاحب نے بات کی، وہ پورے پاکستان کے اندر ایک ہی pricing framework ہے جس کے مطابق consumption کے basis پر اس کو bill کیا جاتا ہے۔ بلوچستان کے جو مسائل ہیں ان کے اوپر وزیر اعظم صاحب نے مجھے بالکل ہدایت دی ہے، وہ میں اگلے ہفتے، چیف منسٹر بلوچستان کو انہوں نے میزبانی کا کہا تھا کہ جس دن ہمیں go ahead دیں گے کیونکہ مقامی جو لوگ ہیں ان کو جب وہ اکٹھا کریں گے تو most probably اگلے ہفتے میں نے بلوچستان جانا ہے، میں آپ کو بالکل بتا دوں گا۔ جو مسائل ہیں اس کے اوپر وزیر اعظم صاحب نے اسحاق ڈار صاحب کی سربراہی میں، کیونکہ وہاں پر تکنیکی مسائل بھی ہیں، وہاں پر payment کے مسائل بھی ہیں، وہاں پر اور بھی کافی اس سے جڑے ہوئے معاملات بھی linked ہیں، تو ایک اعلیٰ سطحی کمیٹی جس کے اندر رانا ثناء اللہ صاحب بھی ہیں، میں بھی ہوں، اس کو جب حل کریں گے اس کے مطابق جو پیش رفت ہو گی میں آپ کو آگاہ کروں گا۔ بہت شکریہ۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: شکریہ، منسٹر صاحب۔ Order No. 3, Senator Farooq H. Naek, Chairman Standing Committee on Law and Justice. عبدالقادر صاحب! میرا خیال ہے آپ اس کمیٹی کے شاید ممبر ہیں۔ تو آپ پیش کریں۔ یہ دو رپورٹیں ہیں، دو چار یہ ہو جائیں گی، بہت عرصے سے پڑی ہیں، ان کا time نکل جائے گا۔ صرف پانچ منٹ

لگیں گے۔ ہمارے لیڈر آف اپوزیشن بیٹھے ہوئے ہیں، ان کی مہربانی، بس یہ خالی reports present ہونے دیں۔ بالکل وعدہ ہے۔ جی، سینیٹر محمد عبدالقادر صاحب۔

Motion under Rule 194 (1) moved on behalf of Chairman, Standing Committee on Law and Justice on [The Legal Practitioners and Bar Councils (Second Amendment) Bill, 2025]

Senator Mohammad Abdul Qadir: I, Senator Mohammad Abdul Qadir, on behalf of Senator Farooq H. Naek, Chairman Standing Committee on Law and Justice, move under sub-rule (1) of Rule 194 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 2012, that the time for presentation of report of the Committee on a Bill further to amend the Legal Practitioners and Bar Councils Act, 1973 [The Legal Practitioners and Bar Councils (Second Amendment) Bill, 2025], introduced by Senator Shahadat Awan on 1st December, 2025, may be extended for a period of sixty days with effect from 28th August, 2026.

Mr. Presiding Officer: I now put the motion before the House.

(The motion was carried)

Mr. Presiding Officer: Order No. 4, Senator Farooq H. Naek Sahib. Yes, Senator Mohammad Abdul Qadir Sahib.

Motion under Rule 194 (1) moved on behalf of Chairman, Standing Committee on Law and Justice on [The Pakistan Psychological Council Bill, 2025]

Senator Mohammad Abdul Qadir: I, Senator Mohammad Abdul Qadir, on behalf of Senator Farooq H. Naek, Chairman Standing Committee on Law and Justice, move under sub-rule (1) of Rule 194 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 2012, that the time for presentation of report of the Committee on a Bill to establish the Pakistan Psychological Council [The

Pakistan Psychological Council Bill, 2025], introduced by Senator Kamran Murtaza on 1st December, 2025, may be extended for a period of sixty days with effect from 28th August, 2026.

Mr. Presiding Officer: I now put the motion before the House.

(The motion was carried)

Mr. Presiding Officer: Order No. 5, Senator Faisal Saleem Rehman Sahib. Yes, Senator Saifullah Abro Sahib on his behalf.

Presentation of report of the Standing Committee on Interior and Narcotics Control on [The Islamabad Metro Bus Service Bill, 2026]

Senator Saifullah Abro: I, Senator Saifullah Abro, on behalf of Senator Faisal Saleem, Chairman, Standing Committee on Interior and Narcotics Control, present report of the Committee on a Bill to provide for the establishment of the mass transit system in the Islamabad Capital Territory [The Islamabad Metro Bus Service Bill, 2026], introduced by Senator Sarmad Ali on 19th January, 2026.

Mr. Presiding Officer: Report stands laid. Order No. 6, Senator Saifullah Abro Sahib on behalf of Senator Saleem Rehman Sahib.

Presentation of report of the Standing Committee on Interior and Narcotics Control on [The Code of Criminal Procedure (Amendment) Bill, 2026]

Senator Saifullah Abro: I, Senator Saifullah Abro, on behalf of Senator Faisal Saleem, Chairman, Standing Committee on Interior and Narcotics Control, present report of the Committee on a Bill further to amend the Code of Criminal Procedure, 1898 [The Code of Criminal Procedure (Amendment) Bill, 2026], introduced by Senator Sarmad Ali on 11th May, 2026.

Mr. Presiding Officer: Report stands laid. Order No. 7, Senator Saifullah Abro Sahib on behalf of Senator Faisal Saleem Rehman.

Presentation of report of the Standing Committee on Interior and Narcotics Control on [The Islamabad Capital Territory Watersides Safety Bill, 2024]

Senator Saifullah Abro: I, Senator Saifullah Abro, on behalf of Senator Faisal Saleem, Chairman, Standing Committee on Interior and Narcotics Control, present report of the Committee on a Bill to provide for the safety standards on the watersides of canals, dams, lakes and rivers in the Islamabad Capital Territory [The Islamabad Capital Territory Watersides Safety Bill, 2024], introduced by Senator Shahadat Awan on 1st January, 2024.

Mr. Presiding Officer: Report stands laid. Order No. 8, Senator Saifullah Abro Sahib on behalf of Senator Saleem Rehman.

Presentation of report of the Standing Committee on Interior and Narcotics Control regarding demolishing of Imam Bargah and localities in Islamabad by CDA

Senator Saifullah Abro: I, Senator Saifullah Abro, on behalf of Senator Faisal Saleem, Chairman, Standing Committee on Interior and Narcotics Control, present report of the Committee on a point of public importance raised by Senator Raja Nasir Abbas, Leader of the Opposition, on 15th May, 2026, regarding demolishing of Imam Bargah and localities in Islamabad by CDA.

Mr. Presiding Officer: Report stands laid. Order No. 9, Senator Syed Waqar Mehdi.

جناب! دو رپورٹس پیش ہوئی ہیں۔دو رپورٹس اور رہ گئی ہیں۔۔۔۔(جاری ہے۔۔۔۔T08)

Mr. Presiding Officer: Report stands laid. Order. No. 9.....

(Interruption)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: ابھی دو reports پیش ہوئی ہیں اور دو رہ گئی ہیں۔ یہ پیش ہو جائیں تو اس کے بعد علامہ صاحب آپ بات کرلیں۔ اس پر صرف کمیٹی کی رپورٹ پیش ہوئی ہے۔ آپ کا ہی issue تھا جس پر رپورٹ پیش ہوئی ہے۔ جی بات کریں۔

سینیٹر راجہ ناصر عباس: جناب، ہم جہاں رہتے ہیں، وہاں امام بارگاہ کے ساتھ جو مسجد ہے، وہ چھ، سات سو سال پرانی ہے۔ ابھی ہم نے عید میلادالنبی کی مناسبت سے وہاں پروگرام کرنے تھے لیکن ہمیں وہاں پر اجازت نہیں دی گئی اور کہا گیا کہ چونکہ ہم نے یہ گرانے ہیں حالانکہ پہلے طلال چوہدری صاحب نے اور انہوں نے ہم سے کہا تھا کہ ہم جب تک آپ کے ساتھ کسی adjustment تک نہیں پہنچتے، ہم یہ نہیں گرائیں گے لیکن انتظامیہ وہاں پر ابھی ہمیں عید میلاد النبی کا پروگرام نہیں کرنے دے رہی۔ اگر طلال چوہدری صاحب یہاں ہوتے تو شاید ان سے ہم دوبارہ request کرلیتے۔ وہاں صرف امام بارگاہ نہیں بلکہ مسجد بھی ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی ڈاکٹر طارق فضل چوہدری۔ علامہ ناصر عباس صاحب نے ابھی جو بات کی، ذرا اس پر توجہ دیں اور جو کچھ ہے، ذرا اسے دیکھیے گا۔

سینیٹر راجہ ناصر عباس: پہلے طلال چوہدری صاحب اور محسن نقوی صاحب نے ہمیں یقین دہانی کرائی تھی کہ اس کو ابھی ہم نہیں چھیڑیں گے۔ جب تک ہم آپ کے ساتھ بیٹھ کر بات نہ کرلیں، اسے نہیں چھیڑیں گے کیونکہ جب سے ہم سواں اور شکریال میں ہیں، ہماری سڑک ایک دو طرف ہے تو کئی سو سال سے یہ مسجد اور امام بارگاہ ڈیڑھ سو سال سے ہے اور میں نے وہاں یہ بتایا بھی تھا۔ 12 ربیع الاول اور عید میلادالنبی کے پروگرام ہوتے ہیں اور اہل تشیع اور اہل سنت کے مشترکہ پروگرام ہوتے ہیں کیونکہ آپ کو پتا ہے کہ ہم سارے وہاں پر mix ہیں۔ ابھی آپ کے AC اور دوسرے وہاں پروگرام کرنے کے لیے چھوڑ رہے کہ ہم نے یہ گرانی ہے۔ مہربانی کریں اگر آپ اسے کہہ دیں۔ دوسری بات یہ کہ یہ جو رپورٹ میں بتایا گیا ہے، وہاں خالی امام بارگاہ نہیں بلکہ ساتھ مسجد بھی ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: ڈاکٹر طارق فضل چوہدری صاحب، میرے خیال میں بہتر ہے کہ اگر آپ سیشن کے بعد علامہ صاحب کے پاس چلے جایئے گا اور جس issue کا علامہ صاحب کہہ رہے ہیں، اسے address کیجیے گا۔

ڈاکٹر طارق فضل چوہدری: جناب، جی میں بیٹھ جاتا ہوں اور اسے Islamabad administration سے take up کر کے amicably resolve کریں گے ان شاءاللہ۔ We will also make sure کہ اسے گرایا نہ جائے۔

Mr. Presiding Officer: Fine. Order. No. 9. Senator Syed Waqar Mehdi, Chairman, Committee on Rules of Procedure and Privileges may move Order. No. 9.

Presentation of Report of the Committee on Rules of Procedure and Privileges on a Privilege Motion moved by Senator Bushra Anjum Butt against Vice Chancellor, Pakistan Institute of Fashion and Design

Senator Syed Waqar Mehdi: I, Chairman, Committee on Rules of Procedure and Privileges, present report of the Committee on a Privilege Motion moved by Senator Bushra Anjum Butt against Vice Chancellor, Pakistan Institute of Fashion and Design.

Mr. Presiding Officer: Report stands laid. Order. No. 10. Senator Syed Waqar Mehdi, Chairman, Committee on Rules of Procedure and Privileges may move Order. No. 10.

Presentation of Report of the Committee on Rules of Procedure and Privileges on a Privilege Motion moved by Senator Muhammad Talha Mahmood against RPO Malakand and DPO Upper Chitral

Senator Syed Waqar Mehdi: I, Chairman, Committee on Rules of Procedure and Privileges, present report of the Committee on a Privilege Motion moved by Senator Muhammad Talha Mahmood against RPO Malakand and DPO Upper Chitral.

Mr. Presiding Officer: Report stands laid. Order. No. 11. Senator Syed Waqar Mehdi, Chairman, Committee on Rules of Procedure and Privileges may move Order. No. 11.

Presentation of Report of the Committee on Rules of Procedure and Privileges on a Privilege Motion moved by Senator Palwasha Mohammed Zai Khan against DC Chakwal

Senator Syed Waqar Mehdi: I, Chairman, Committee on Rules of Procedure and Privileges, present report of the Committee on a Privilege Motion moved by Senator Palwasha Mohammed Zai Khan against DC Chakwal.

Mr. Presiding Officer: Report stands laid. Senator Ali Zafar sahib, do you want to speak? Order. No. 12. It stands in the name of Mr. Khalid Hussain Magsi, Minister for Science and Technology. On his behalf, Minister for Parliamentary Affairs.

Introduction of [The Pakistan General Cosmetics Bill, 2026]

Dr. Tariq Fazal Chaudary: Thank you, Sir. I, on behalf of Mr. Khalid Hussain Magsi, Minister for Science and Technology, introduce a Bill to regulate the manufacture, import, export and sale of general cosmetics [The Pakistan General Cosmetics Bill, 2026].

Mr. Presiding Officer: The Bill as introduced is referred to the Standing Committee concerned. Order. No. 14. There is a Calling Attention Notice in the name of Senator Zeeshan Khan Zada. Please raise the matter.

Calling Attention Notice raised by Senator Zeeshan Khan Zada regarding the shortage of essential drugs owing to the delay in price approval / notification by the Government resulting into supply of spurious medicines in the market as alternative of such medicines

Senator Zeeshan Khan Zada

سینیٹر ذیشان خانزادہ: جناب، میں پہلے اسے پڑھ لوں یا بس بات شروع کروں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی بات شروع کریں۔

سینیٹر ذیشان خانزادہ: میرا یہ جو Calling Attention Notice ہے، یہ دوائیوں کے اوپر ہے اور specially ان دوائیوں کے اوپر ہے جنہیں live saving drugs کہا جاتا ہے۔ ہمارے ہاں حالات کچھ اس طرح سے بن گئے ہیں کہ بجائے یہ دوائیاں ہمارے لوگوں کے اور مریضوں کے کام آئے، یہ تو الٹا نقصان دے رہے ہیں۔ یہ industry and patients دونوں کو نقصان دے رہے ہیں۔ وہ کیسے؟ جو data available ہے، اس میں دیا گیا ہے کہ تقریباً 40 ایسے medicines ہیں جن کی ابھی تک price approval نہیں ہوئی۔ اس سے کیا ہوتا ہے؟ ہمارے جتنی بھی دوائیاں بنتی ہیں، اس میں جو ان کا main ingredient ہوتا ہے یا جو raw material ہوتا ہے جسے APIs کہتے ہیں، یہ import ہوتا ہے۔ ہمارے پاس اتنی capability ہے ہی نہیں کہ ہم پاکستان میں کوئی ایسی بڑی انڈسٹری لگائیں جہاں یہ APIs خود produce کریں تو ہمیں یہ import کرنی پڑتی ہے۔ اب جو ان کے قیمتیں ہیں تو ظاہری بات ہے کہ بین الاقوامی طور پر ان میں فرق آتا رہتا ہے۔ پہلے وہ import ہوتی ہیں، پھر دوائیاں بنتی ہیں اور پھر مارکیٹ میں آتی ہیں۔ اس کے لیے ایک fast pace process چاہیے ہوتا ہے تاکہ اگر پیچھے سے جو raw material مہنگے ہو تو ادھر جو ہماری industries and factories ہیں، جن میں وہ دوائیاں بنتی ہیں، ان کو time پر approval مل سکے اور وہ مارکیٹ میں ان قیمتوں پر بیچ سکیں۔

اب مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ قیمتیں کم ہوتی ہیں اور import ہوں تو مہنگی کر دیتے ہیں پھر وہ مارکیٹ میں دے نہیں سکتے جس سے مارکیٹ میں shortage ہو جاتی ہے۔ نقصان کس کا ہوتا ہے؟ لوگوں کا اور عوام کا ہوتا ہے۔ یہ مسئلہ صرف ابھی کا نہیں ہے اور یہ کافی عرصے سے ہے۔ ہمارے ہاں DRAP کے نام سے جو ایک ادارہ ہے، اس پر بہت سوالات اٹھائے جاتے ہیں۔ اتنے عرصے سے کیوں یہ

سسٹم صحیح نہیں ہورہا حالانکہ اگرآپ دیکھیں تو ہماری جوpharma industry ہے، باوجود اس کے کہ ان کو کوئی incentive نہیں دیا گیا، ان کے اوپر ٹیکس بھی ہیں اوران کے لیے کوئی export incentive بھی نہیں ہے، ان کے لیے بجلی پر کوئی incentive نہیں ہےاور ان کے لیے کوئیfinancing incentive بھی نہیں ہےلیکن پھر بھی ہماری exports بہت تیزی سے بڑھ رہی ہیں اور 450 ملین ڈالر تک بڑھی ہیں۔ میں دعوے کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ حکومت کا اس میں کوئی role نہیں ہے۔آپ پوچھے انڈسٹری والوں سے! میں سمجھتا ہوں کہ یہ صرف اور صرف ہماری انڈسٹری کے لوگوں کی محنت ہے کہ وہ باہر کے ملکوں میں جاتے ہیں اور اپنے لیے جتنی بھی کوششیں کرتے ہیں اوروہ افریقہ گئے ہیں، Middle East and Central Asia بھی گئے ہیں۔ پاکستان کی medicinesآج پوری دنیا میں export ہوتی ہیں۔ان industries, businesses and businessmen کو داد دینی چاہیے کہ انہوں نے اتنی کوششیں کی ہیں۔ دیکھیں جو آپ کاbusiness base ہوتاہے،آپ کے ملک میں جو سیلز ہوتے ہیں، وہ اس سے بنتا ہے۔ کم از کم اس میں تو ہم ان کو support کریں اورجو ان کا حق ہے، ہم ان کو دیں۔جناب بس آپ کی توجہ مجھے دو، تین منٹ چاہیےاور میں زیادہ وقت نہیں لوں گا۔ایک بہت عرصے سے یہ مسئلہ آتا رہا ہے۔ادھر منسٹر صاحب بیٹھے ہیں اور میں چاہوں گاکہ آج وہ اس پر ضرور بات بھی کریں اور کوئی اس پر لائحہ عمل دیں کہ حکومت نے اس میں ابھی تک کیا کوششیں کی ہیں اور آگے کا کیا پروگرام ہے۔ یہ کیوں ہوتا ہے ہمارے ہاں health system اس طرح کانہیں کہ ہم کہیں کہ لوگوں کو بہت بڑا فائدہ ہو رہا ہے بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ عمران خان صاحب کے دور میں جوhealth insurance scheme دی گئی تھی، جوانصاف ہیلتھ کارڈز تھے، لوگوں کو پورے ملک میں اس سے کتنا فائدہ ہوا۔

جناب، بٹ صاحب، دوائیوں پرتو میں نے بات کی ہے لیکن آپ مجھے یہ بتائیں کہ انصاف کارڈ کو کیوں ختم کیا گیا؟ میں تو صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر کسی غریب کا علاج جو 10 یا15لاکھ میں۔۔۔۔

(جاریT09)

(مداخلت)

سینیٹر ذیشان خانزادہ: (جاری) جی جی بٹ صاحب! بالکل دوائیوں پر تو میں نے بات کی ہے لیکن آپ مجھے یہ بتائیں کہ انصاف کارڈ کو کیوں ختم کیا گیا؟ میں تو صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کسی غریب کے علاج پر اگر 10 لاکھ، 15 لاکھ، جتنا بھی خرچہ ہونا تھا، ایک غریب پر خرچہ ہونا تھا، آپ نے وہ پروگرام ہی ختم کر دیا۔ ابھی وہی پیسے صحت کے کسی اور شعبے میں ڈال کے آپ کہتے ہیں کہ ہم نے صحت میں اتنا اضافہ کر دیا ہے، یہ کیا بات ہے جناب چیئرمین۔ اس کا کیا فائدہ؟ اصل میں غریب کا فائدہ ہے وہ آپ نے ختم کر دیا۔ اب اسی غریب کو ابھی بھی پرائیویٹ ہسپتالوں میں جا کر علاج کروانا پڑتا ہے اور پیسے دینے پڑتے ہیں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: بٹ صاحب، ذیشان خانزادہ صاحب۔

سینیٹر ذیشان خانزادہ: چیئرمین صاحب! میں اپنے توجہ دلاؤ نوٹس کو conclude کرتا ہوں لیکن میں صرف یہ ایک جملہ ضرور add کروں گا کہ یہ انصاف کارڈ اس شخص نے introduce کیا تھا، عمران خان صاحب نے جواب جیل میں ہیں اور وہ جیل میں اپنے علاج کے لیے عدالتوں میں گھوم رہا ہے۔ عدالت سے انصاف مانگ رہے ہیں کیونکہ حکومت کچھ نہیں کر رہی۔ جناب چیئرمین! یہ وہ شخص ہے، یہ وہ لیڈر ہے، وہ بین الاقوامی لیڈر ہے جو کہ اپنا علاج نہیں کرا سکتا، جیل میں ہیں۔ جناب! عمران خان وہ شخص ہے جو ماشاء اللہ پاکستان کے۔۔۔

(مداخلت)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: ناصر بٹ صاحب! معزز وزیر صاحب کو سنیں۔ آپ کے وزیر صاحب کھڑے ہیں، بالکل۔ ذیشان خانزادہ صاحب! منسٹر صاحب کو سنتے ہیں۔ بٹ صاحب! ایک توجہ دلاؤ نوٹس ہے، mover کے علاوہ، میڈم! یہ گزارش سنیں، توجہ دلاؤ نوٹس ہے، آج پہلی مرتبہ بڑے اچھے ماحول میں رہتے ہوئے ہم نے Orders of the Day complete کیا ہے۔ ناصر صاحب! معزز منسٹر صاحب کھڑے ہیں، بٹ صاحب! تشریف رکھیں۔ جی منسٹر صاحب۔

<u>Mr. Mustafa Kamal, Minister for National Health Services, Regulations and Coordination</u>

جناب مصطفیٰ کمال (وزیر برائے صحت): بہت شکریہ، جناب چیئرمین! معزز سینیٹر صاحب نے بہت pertinent بات کی، سوال اٹھایا لیکن انہوں نے حکومت پر کچھ الزامات لگائے، میں چاہتا ہوں کہ ریکارڈ کی درستی کروں اور یہ کوئی سیاسی بیان نہیں ہے۔ آپ خود فرما رہے ہیں کہ

38%, the biggest increase in the recent ،export increase ہوئی ہے، میں آپ کو figure بھی دے دوں، history اور اس سال کی medicines کی 38% export increase ہے اور ساتھ یہ فرما رہے ہیں کہ اس میں حکومت کا کوئی role نہیں ہے اور انہوں نے یہ بھی offer کی کہ industries کو بلا کر پوچھ لیں۔ جہاں، جس جگہ سینٹر صاحب کہیں گے، پرائیویٹ سیکٹر کے اپنی مرضی کے industrialists بلا لیں، جگہ بتائیں، وقت بتائیں، میں اس جگہ پر پہنچوں گا اور ان میں سے ایک بھی industrialist یہ کہے کہ وہ ہماری ریاست کی، حکومت کی facilitation کے بغیر اس نے export کیا، وہ کیا facilitation ہے، جناب! پہلے تو یہ پتا چلے آپ کو کہ آج پاکستان میں ہم اپنی ضرورت کی 85% medicines locally produce کرتے ہیں۔ ,API 90% انہوں نے صحیح فرمایا کہ ہم 90%APIs import کرتے ہیں اور ,just for your knowledge ابھی ہم نے China-Pakistan B2B Investment Conference کی ہے، ,180 Chinese companies صرف pharmaceutical پر اور ہم نے US$ 350 million agreement sign کیا ہے۔ APIs کی 11 کمپنیاں یہاں پر investment کر رہی ہیں، جو raw material ہے۔ آج پاکستان WHO level 2 accredited ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ آج دنیا کے 52 ملکوں میں ہماری export ہو رہی ہے، product جا رہی ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: 52 ممالک میں۔

جناب مصطفیٰ کمال: جی جناب! 52 ممالک میں۔ اگر کل WHO Level 3 ہو جائے تو ایک دن میں پاکستان کے لیے سو ممالک کی medicines borders ,boundaries کی export کے لیے کھل جائیں گے اور اس کا WHO پوری inspection کرتا ہے۔ ہماری ایک inspection اکتوبر میں due ہے اور اپریل 2027 تک ان شاء اللہ تعالیٰ پاکستان WHO Level 3 cross کر لے گا، یہ certified ہو جائے گا اور اس دن، ایک دن کے اندر پاکستان کی pharmaceutical industry کے لیے سو مزید ممالک کی boundaries کھل جائیں گی، جہاں پر export کر پائیں گے، just imagine اور اس کے لیے privately کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ اگر سرکار، حکومت اپنی regulations کو نہیں بڑھائے گی تو یہ ,accreditation, WHO Level 3 جناب! مجھے آپ کی توجہ چاہیے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جناب، جناب، جی منسٹر صاحب۔

جناب مصطفیٰ کمال: جناب! یہ پاکستان کے کسی سرکاری ادارے نے آکر اس کو accredit نہیں کرنا، باہر سے WHO کی پوری ٹیم آتی ہے اور وہ اس کو accredit کرتی ہے تو imagine کریں کہ ہم کتنا کام کر چکے ہوں گے کہ ہماری ایک inspection اکتوبر میں due ہے، نمبرایک، اور پھر پاکستان کے تمام صوبوں کو ملا کر ہماری final inspection ہو رہی ہے، چاروں صوبوں کی regulation, DRAP وہ آکر check کرتے ہیں۔ جو پہلے سے inspection ہوئی ہے تو ہماری deficiencies تھیں جن کو ہم نے ختم کر دیا۔ جس دن پاکستان WHO Level 3 cross کرے گا، حاصل کرے گا تو پاکستانی ادویات کی export کے لیے ایک دن میں سو ممالک اور کھل جائیں گے، نمبرایک۔ اچھا یہ کیوں ہو رہا ہے، میں آپ کو ایک مثال دوں، جس وقت میں نے یہ ذمہ داری سنبھالی تھی، ایک سال پہلے کی بات ہے، پاکستان میں اگر کسی کو medical device registered کرانی تھی، تو وہ کیا کرتا تھا، جو اس کا مالک ہے، وہ اس طرح کی ایک فائل بنا کر DRAP میں جا کر لائن لگائے اور submit کرے۔ میں اس کی تفصیل میں نہیں جاتا، کم از کم ڈیڑھ سال سے لے کر اڑھائی سال میں اس کی ایک product registered ہوتی تھی۔ ایک wheelchair سے لے کر ایم آر آئی مشین تک، سب medical device میں آتی ہیں۔ میں آپ کو ایک مثال دے رہا ہوں۔ آج جب میں اور آپ بات کر رہے ہیں، میں معزز سینیٹر صاحب کو offer کرنا چاہوں گا کہ آپ مجھے وقت دیں، میں آپ کو لے کر چلتا ہوں۔ آج میں آپ سے جو بات کر رہا ہوں اور اس میں definitely رشوتیں بھی ہوتی ہوں گی، مسائل بھی ہوتے ہوں گے۔ آج میں آپ سے جو بات کر رہا ہوں، وزیراعظم نے اس کو inaugurate کیا ہے۔ آج کسی بھی میڈیکل ڈیوائس کی رجسٹریشن کے لیے کسی بھی فرد کو DRAP جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ کسی بھی افسر سے ملنے کی ضرورت نہیں ہے۔ No human interaction, اپنے گھر میں بیٹھ کر پورٹل کھولیں، دو صفحوں کا فارم پُر کریں، pay order لگائیں، بیس دن کے اندر، کہاں اڑھائی سال اور کہاں بیس دن، بیس دن کے اندر اس کا سرٹیفیکیٹ اس کی ای میل پر آتا ہے۔ یہ وہ regulations ہیں، یہ وہ digitization ہے جس کی وجہ سے آج ہمیں WHO Level 3 کی accreditation ملنے جا رہی ہے۔

معزز سینیٹر صاحب کا جو سوال ہے، اب اس پر آتا ہوں، آپ نے بہت pertinent بات کی کہ ادویات، مارکیٹ سے رات سے کچھ ادویات off ہوئی ہیں، یہ بات ٹھیک ہے۔ وجہ بتا دوں، دیکھیں ادویات کی قیمتوں کے حوالے سے 2 segments ہیں، ایک کو hardship cases کہتے ہیں، hardship cases وہ ہیں جو ادویات پہلے ہی سے مارکیٹ میں ہیں، رجسٹرڈ ہیں، ان کی قیمت لگ چکی ہے، وہ قیمتیں اور بڑھانا چاہتے ہیں، وہ hardship cases کے زمرے میں آتے ہیں۔ ایک ہے fixation cases, کہ جو

نئے molecules, جو نئی ادویات مارکیٹ میں آ رہی ہیں اور ان کی پہلی مرتبہ price لگنی ہے۔ اب جناب! تمام لوگوں کو اس کو سمجھ لینا چاہیے تاکہ اتنے important issue پر اگر ہمارے پاس معلومات ٹھیک نہیں ہیں تو پھر ہم اس public issue کو address نہیں کر پائیں گے۔ Issue یہ ہے، اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ وہ کمپنیاں apply کرتی ہیں اور اس کے بعد وہ ہمارے پاس DRAP میں آتی ہے، DRAP اس کو check کرکے، اپنی evaluation کرکے کابینہ کے پاس جاتی ہے۔ پچھلی حکومتوں میں یہ decide ہوا تھا کہ ادویات کی قیمتوں کا فیصلہ وفاقی کابینہ نے کرنا ہے۔ کسی وزیر یا DRAP نے نہیں کرنا۔ اب وفاقی کابینہ نے کیا کیا ہے، میرے آنے سے پہلے کی بات ہے، وفاقی کابینہ نے صرف اس کام کے لیے وزیر خزانہ کی سربراہی میں چھ وفاقی وزراء کی کمیٹی بنادی ہے، جس کو وزیر خزانہ head کرتے ہیں۔ میں اس میں بطور وزیر صحت شامل ہوں۔ اس میں Ministers for Housing, Environment, Commerce and Special Assistant to PM on Defence Production شامل ہیں اور وزیر خزانہ اس کو head کرتے ہیں۔ جناب! وہ ایک ایک molecule کی pricing کے formula کو meticulously check کرکے submit کرتے ہیں۔ (جاری۔۔T10)

T10-25Aug2026 Rafaqat Waheed/Ed: Shakeel 1:30 to 1:40

سید مصطفیٰ کمال: (جاری) وہ ایک ایک molecule کی pricing کے formula کو meticulously check کرکے submit کرتے ہیں۔ ہم نے پچھلے مہینے 35 fixation cases کابینہ سے منظور کروالیے۔ یہ میں fixation کی بات کر رہا ہوں، وہ جو نئے molecules ہیں۔ اس سے لوگوں کو کیا فائدہ ہوگا؟ لوگوں کو یہ فائدہ ہوگا کہ اس میں سے 70 فیصد وہ دوائیں ہیں، جن کے competitors کی دوائیں already مارکیٹ میں بک رہی ہیں۔ ایک بیماری کی اگر کوئی ایک دوا ہے تو اس کی دوسری دوا بھی مارکیٹ میں آرہی ہے۔ اگر یہ دو 100 روپے کی ہے تو دوسری دوا 50 روپے میں آرہی ہے۔ اگر آپ نئے molecules کو شامل کریں گے تو لوگوں کو فائدہ ہوگا۔ لوگوں کو اسی بیماری کی دوا سستی قیمت میں دستیاب ہوگی۔ ہم نے 35 cases last month کیے ہیں، 52 cases ہماری کمیٹی نے final کرکے مزید کابینہ میں پہنچادیے ہیں۔

میں بہت احترام کے ساتھ معزز سینیٹر کو کہنا چاہتا ہوں، دواؤں کی قیمتوں کا مسئلہ پاکستان میں بہت sensitive ہے۔ آپ خود گواہ ہیں، آپ کے پچھلے وفاقی وزیر کیانی صاحب انہی دواؤں کی price کے چکر میں terminate ہوئے، انہیں sack ہونا پڑا۔ یہ ریکارڈ کا حصہ

ہے۔ میں کوئی point scoring نہیں کر رہا۔ میں صرف اس طرف کے معزز سینیٹر صاحبان کی خدمت میں عرض کر رہا ہوں۔ جناب! میں بہت کوشش کروں، اسے well worded کرکے پیش کروں، آپ کی وجہ سے یا اخباروں کی headlines کی وجہ سے ہر حکومت دواؤں کی قیمتوں پر فیصلہ کرنے سے hesitate کرتی ہیں کہ اگلے دن اخبار میں heading لگے گی کہ جان بچانے کی دواؤں کی قیمتوں میں ڈیڑھ سو گنا اضافہ کر دیا گیا۔ لو بھئی، کام ہو گیا۔ اب اس چیز کی وجہ سے اس پر اتنے checks لگا دیے گئے ہیں، I am totally agreed with you کہ ان checks کی وجہ سے decision making میں تھوڑا delay ہو رہا ہے۔ اس والی بات کا کیا کریں کہ آپ کوئی صحیح فیصلہ کریں اور کل کو اس کا backlash آ جائے۔ میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ آپ کے اپنے وزیر اس معاملے پر sack ہو چکے ہیں۔

اب اس process کا ایک نقصان ہو رہا ہے۔ میں یہ بات بڑے دھڑلے سے کر سکتا ہوں۔ دیکھیں، یہ دواؤں کی کمپنیوں والے بھی پاکستانی ہیں اور جن کو دوائیں بیچی جا رہی ہیں یعنی عوام، وہ بھی پاکستانی ہیں۔ ہم یہ غلطی کرتے ہیں، میں ایک عرصے سے سن رہا ہوں، جب ہم کسی کی side لینے جاتے ہیں تو ہم عوام کی اتنی زیادہ بات کرنے لگتے ہیں کہ ہم یہ بھول جاتے ہیں، ایسا لگتا ہے کہ یہ کوئی اسرائیل کی یا انڈین کمپنیاں ہمارے پاس آ کر کاروبار کر رہی ہیں۔ بھئی، کوئی بھی کاروبار نقصان میں تو نہیں کرے گا۔ تیل کی قیمت بڑھ رہی ہے، ڈیزل کی قیمت بڑھ رہی ہے، بجلی کی قیمت بڑھ رہی ہے، گیس کی قیمت بڑھ رہی ہے۔ سبزی، آٹا، دال، چاول، سب کی قیمتیں بڑھ رہی ہیں۔ آپ دوا کی قیمت نہیں بڑھائیں گے۔ آپ کہیں گے کہ اس کے اندر بڑا مسئلہ ہو گیا ہے۔ بھئی، مارکیٹ میں جو inflation آ رہی ہے، اس حساب سے تو قیمتیں بڑھیں گی۔ اب اس میں جب یہ والے سارے checks آتے ہیں تو اس کا نقصان یہ ہو رہا ہے کہ جو کمپنیاں اپنی cost of doing business نہیں کر پا رہی تھیں، ان کمپنیوں کی کچھ دوائیں shelf سے off ہو گئی ہیں۔ اس off ہونے کی وجہ سے کچھ دوائیں مارکیٹ میں unregulated ہیں، definitely کوئی بیگ میں رکھ کر لا رہا ہے، بہت کم percentage میں کوئی ایجنٹ منگوا رہے ہیں۔ خدانخواستہ، اگر کسی مریض کو کینسر ہو گیا اور ڈاکٹر کہتا ہے کہ فلاں دوا لو لیکن یہ shelf پر موجود نہیں ہے، فلاں ایجنٹ سے بات کرو اور وہاں سے دوا مل جائے گی۔ وہ اس ایجنٹ سے بات کرکے دوا لے لیتا ہے لیکن we are in the process right now. چونکہ بڑی لمبی بات ہو گئی، اس لیے میں اپنی بات کو ختم کرنے لگا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ ہمارے اپوزیشن کے ساتھی بھی اس public issue پر ہمارے ساتھ بیٹھ کر collective ownership لیں۔

(اس موقع پر ایوان میں اذانِ ظہر سنائی دی)

سید مصطفےٰ کمال: آخری جملہ، بس میں یہ کہنا چاہتا ہوں، ان کی ساری بات ہو گئی اور میں نے بھی اپنی بات بتادی۔ میں آپ کے ذریعے تمام ہاؤس کو ریکارڈ پر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کل کو جب حکومت ان hardships cases کو consider کرلے اور دواؤں کی قیمت بڑھے تو اس طرف سے کوئی کھڑے ہو کر ہم پر یہ الزام نہ لگائے کہ آپ نے انسانوں کی زندگی خراب کر دی ہے اور اب آپ دواؤں کی قیمتیں بڑھا رہے ہیں۔ ہمیں reasonably دیکھنا چاہیے اور کچھ معاملات میں سیاست نہیں کرنی چاہیے۔ شکریہ۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: یہ صدر مملکت کی تقریر کے حوالے سے motion of thanks ہے۔ علی ظفر صاحب! چونکہ ایک سال سے زیادہ ہو چکا ہے تو اس motion of thanks کو ہم conclude کر دیتے ہیں تاکہ روز روز یہ Orders of the Day میں نہ آئے۔ جناب علی ظفر صاحب! حکم کریں، آپ کو بہت انتظار کروایا، سب سے پہلے آپ تشریف لے کر آئے۔ آج سب دوستوں کی مہربانی اور لیڈر آف دی اپوزیشن، علامہ راجہ ناصر عباس صاحب کی بھی مہربانی جس کی وجہ سے آج ہاؤس بہت اچھا چلا۔ ہمارے تقریباً سارے questions بھی ہو گئے اور ایجنڈا بھی سارا complete ہو گیا۔ جناب بیرسٹر علی ظفر صاحب۔

سینیٹر سید علی ظفر: بہت شکریہ۔ جناب چیئرمین! میں Rule 263 کے تحت ایک motion move کرنا چاہتا ہوں۔ اگر اجازت ہو تو میں move کروں۔

I hereby move under Rule 263 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 2012 that the requirements of Rule 26, 29, 30 and 133 of the said Rules be dispensed with to move a resolution.

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جناب رانا صاحب۔

رانا ثناءاللہ خان: جناب! معزز سینیٹر صاحب ہمیں دکھادیں کہ کون سا resolution لانا چاہتے ہیں۔ ایک resolution کے اوپر کل بات ہوئی تھی اور وہ matter چونکہ sub judice ہے تو ان سے یہی request کی تھی اس معاملے کو۔۔۔۔۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: میرے خیال میں وہ کل ہو گیا تھا، بیرسٹر علی ظفر صاحب خود بہت senior advocate ہیں، Rule 134, and 226 پر کل وہ discuss ہو گیا تھا کہ ہم sub-judice معاملے کو نہیں لے سکتے۔ ویسے کوئی point of order پر بات کرنا چاہے، تو کر سکتا ہے لیکن resolution کو ہم نہیں کر سکتے کیونکہ یہ قانونی پابندی تھی۔ رانا صاحب! میں آپ سے agree کرتا ہوں، کل یہ بات ہوئی تھی۔ بیرسٹر صاحب موجود تھے یا نہیں تھے، راجہ علامہ ناصر عباس صاحب اور دوسرے دوستوں نے یہ بات کی تھی۔ چونکہ یہ رولز کے تحت ایک آئینی اور قانونی مجبوری تھی، اس لیے ہم نے کل اسے dispose of کر دیا تھا۔ جی جناب۔

سینیٹر سید علی ظفر: جناب! میں اس پر بھی ابھی بحث کر لیتا ہوں کیونکہ ایسی resolutions pass ہو چکی ہیں جو کہ sub-judiced matters کے متعلق تھیں۔ بہت ساری resolutions میں لے کر آیا ہوں جو سینیٹ سے pass ہوئی ہیں جو کہ باقاعدہ sub-judiced matters کے بارے میں تھیں۔ میں اس کو چھوڑتے ہوئے، اس پر point of order کے ذریعے بھی بات کرنا چاہوں گا۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: میں یہ کہتا ہوں کہ resolution تو آپ رانا صاحب کو دکھا دیں جبکہ point of order پر بے شک آپ بات کر لیں۔ رانا صاحب! ایسا ہے کہ point of order پر یہ بات کر لیں جبکہ resolution کا معاملہ تو کل discuss ہو چکا ہے۔ علی ظفر صاحب! اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ resolution پر نہیں بلکہ point of order پر بات کر لیں کیونکہ resolution کل dispose of ہو چکا ہے۔ آپ point of order پر بات فرمائیں۔

سینیٹر سید علی ظفر: جناب! کل resolution, dispose of نہیں ہوا۔ اس حوالے سے خالی discussion ہوئی تھی۔ Resolution تو کل پیش ہی نہیں ہوا۔ لہٰذا، وہ dispose of نہیں ہوا۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: میں گزارش یہ کر رہا ہوں، اس میں بالکل میں نے لفظ غلط کہہ دیا، میرا کہنا یہ ہے کہ کل discussion میں یہی والی بات ہوئی تھی، Rule کو refer کیا گیا تھا، resolution put ہی نہیں ہوا تھا۔

سینیٹر سید علی ظفر: ابھی discussion شروع ہوئی تھی، ہمیں وقت ہی نہیں دیا گیا اور ہم نے باقاعدہ walk out کر لیا تھا۔

سینیٹر محمد اعظم خان سواتی: ہم نے انہی Houses کے اندر دیکھا ہے، جب کسی کو کوئی favour دینی ہوتی ہے تو sub-matter judice نہیں ہوتا۔ پھر عدالتیں ایئر پورٹ تک جاتی ہیں۔ پھر اپیلیں وہاں پر دائر ہوتی ہیں۔ (T11 پر جاری ہے)

T11-25August2026 Naeem Bhatti/ED: Mubashir 1:40 p.m.

سینیٹر محمد اعظم خان سواتی: جاری۔۔۔ ہم نے انہی ایوانوں میں دیکھا ہے کہ جب کسی کو favour دینی ہوتی ہے تو sub judice matter نہیں ہوتی، عدالتیں airport تک جاتی ہیں، پھر appeals وہاں پر دائر ہوتی ہیں اور پھر وہاں سے order ہوتے ہیں، اس گندگی کے اندر ہمیں نہ لے کر جائیں۔ مہربانی کرکے جب تمام ادارے ختم ہو چکے ہیں، ہمیں اس گندگی میں نہ لے کر جائیں اور resolution pass کرنے دیں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: سواتی صاحب! senior ہمارے دوست کھڑے ہیں ان کو بات کرنے دیں۔

Point raised by Senator Syed Ali Zafar regarding the provision of Medical Facilities to Mr. Imran Khan as per Supreme Court's Order.

Senator Syed Ali Zafar

سینیٹر سید علی ظفر: حضرت علی ایک قول ہے کہ معاشرہ کفر کے ساتھ تو قائم رہ سکتا ہے لیکن ظلم کے ساتھ قائم نہیں رہ سکتا۔ جہاں انصاف کے تقاضے پورے نہ ہوں، جہاں قانون کی عدالت کا حکم نہ مانا جائے تو وہاں پھر ظلم معاشرے میں پھیل جاتا ہے۔ آج میں صرف Prime Minister عمران خان صاحب کی بات نہیں کر رہا، آج کا اصل سوال آئین کے بارے میں ہے، میں اس کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ اصل سوال یہ ہے کہ کیا کوئی بھی حکومت Supreme Court کے order پر عملدرآمد کرنے سے انکار کر سکتی ہے یا نہیں؟ جواب بہت simple اور واضح ہے کہ بالکل نہیں! ہم سب Senators نے حلف لیا ہوا ہے جو آئین کے مطابق حلف ہے، آئین میں درج ہے اور اس کی جو basis ہے، جو اس حلف کا fundamental principle ہے کہ ہم نے آئین کی حفاظت کرنی ہے، ہم نے آئین کی پاسداری کرنی ہے اور ہم نے جو بھی اپنے فرائض سرانجام دینے ہیں وہ قانون کے مطابق دینے ہیں۔ اگر آپ کہتے ہیں تو میں پڑھ دیتا ہوں لیکن یہ oath ہم سب نے لیا ہے، یہ صرف ایک رسم کے طور پر نہیں ہے، آپ نے اور میں نے ایک وعدہ کیا ہے، ہم سب نے ایک وعدہ کیا ہے قوم کے ساتھ اور یہ وعدہ صرف اس لیے نہیں کیا کہ جب ہم نے آسانی سے آئین پر عمل کرنا ہے تو وہ ہم کرلیں، یہ وعدہ اس لیے کیا ہے اور اس وعدے کا امتحان ہی تب ہے کہ مشکل وقت میں بھی ہم

آئین کے ساتھ کھڑے ہوں، آئین کی حفاظت کریں، یہ اس وعدے کا اصل امتحان ہے۔ دیکھتے ہیں آئین کیا کہتا ہے اس بارے میں جناب جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں۔

آئین کے تین Articles کو میں refer کرتا ہوں۔ ایک ہے Article 190, وہ کیا کہتا ہے، آپ کو بھی معلوم ہے، ہم سب کو معلوم ہے کہ Supreme Court کا کوئی بھی حکم ہر حکومت، ہر Executive، ہر ادارہ، اس پر عملدرآمد کرنے کی اس پر obligation ہے، اس نے اس پر عملدآمد کرنا ہی کرنا ہے۔ Article 189 بھی یہی کہتا ہے اور Article204 یہ کہتا ہے کہ اگر آپ سپریم کورٹ کے فیصلے پر عملدرآمد نہیں کریں گے تو وہ توہین عدالت ہے، آپ کو سزا بھی ہو سکتی ہے اور پہلے ہمارے بہت سارے Parliamentarians ہیں جن کو contempt of court کی سزا ہوئی ہے۔ یہ جو تینوں دفعات میں نے بیان کی ہیں یہ میری نظر میں کوئی معمولی دفعات نہیں ہیں بلکہ ریاست کے نظام کی بنیاد ہیں۔

جناب والا! اب ذرا نظر ڈالتے ہیں کہ 18 اگست کو Supreme Court نے کیا حکم فرمایا۔ 18 اگست کو Supreme Court نے یہ حکم فرمایا کہ آپ Prime Minister عمران خان کو ان کے علاج کے لیے شفاء اسپتال لے جائیں۔ نمبر دو! اس حکم میں یہ فرمایا گیا کہ آپ ایک medical board تشکیل دیں اور انہوں نے باقاعدہ طور پر کہا کہ اس میں physician ہو، general surgeon ہو، آنکھوں کا expert ہو، medicine کا ماہر ہو، cardiologist ہو، اس کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر فیصل سلطان اور ڈاکٹر عظمہ کو بھی کہا گیا کہ وہ بھی علاج میں شامل ہوں۔ تیسری چیز یہ کہی گئی کہ حکومت security فراہم کرے اس سارے اقدام کے لیے۔ چوتھی اور سب سے اہم بات کی گئی، عدالت کے order میں باقاعدہ یہ ذکر کیا گیا کہ in letter and spirit یعنی اس order کی روح کے مطابق آپ اس پر عملدرآمد کریں گے۔

جناب والا! اب کیا ہوا کہ جناب عمران خان صاحب کو شفاء اسپتال نہیں لے جایا گیا۔ عمران خان صاحب کے لیے board تشکیل نہیں دیا گیا ان کے heart کی جو condition تھی اس کو check نہیں کیا گیا machine ہی نہیں تھی PIMS میں جہاں ان کو لے کر گئے۔ ڈاکٹر فیصل صاحب کو علاج میں شامل نہیں کیا گیا، علاج تو ہوا ہی نہیں اور انہیں واپس جیل لے جایا گیا۔ حکومت کا یہ بیان ہے کہ ہم نے یہ اس لیے کیا کہ security issue ہے، Supreme Court نے خود اس order میں کہا تھا، جس کا میں نے ابھی ذکر کیا کہ آپ نے

security فراہم کرنی ہے، security issue تو ایک بہانہ ہے، اصل مسئلہ یہ ہے کہ Supreme Court کے orders کی disobedience ہوئی ہے، خلاف ورزی ہوئی ہے، clear cut خلاف ورزی ہوئی ہے۔ میں نے جو شق پڑھی، جو بڑی clear ہے، حکومت نے اس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اس order پر عمل نہیں کر رہی بلکہ اس order کو خود ہی تبدیل کر دیا ہے۔ Supreme Court کے order کو تبدیل کرنے کا اختیار حکومت کے پاس نہیں ہے۔ میں حکومت کو کہتا ہوں کہ حکومت عدالت نہ بنوں، آپ کے پاس عدالت بننے کا اختیار نہیں ہے، آئین کے تحت صرف اور صرف ایک ہی اختیار ہے کہ آپ order پر عملدرآمد کریں، آپ عدالت نہیں بن سکتے۔ حکومت کے دوست میرے پاس بیٹھے ہیں، اپنی اپنی fields میں یہ بہت experts ہیں، میں ان کو مخاطب ہونا چاہتا ہوں اور کہنا چاہتا ہوں کہ عمران خان صاحب کے ساتھ آپ کی مخالفت ہے، عمران خان صاحب کی پارٹی پی ٹی آئی سے آپ کی مخالفت ہے، ہم سب جو اِدھر opposition میں بیٹھے ہیں، ہم سے آپ کی مخالفت ہے، سیاسی جدوجہد ضرور کریں یہ آپ کا آئینی اختیار ہے لیکن خدارا! کسی کی صحت سے نہ کھیلیں، عمران خان صاحب کی صحت پر سیاست نہ کریں، آپ بنیادی حقوق اور انسانی حقوق پر سیاست نہ کریں۔ آپ کو پتا ہے کہ آئین سب سے اوپر ہے، آج حکومت آپ کی ہے کل کسی اور کی ہو سکتی ہے، آج حکومت آپ کی ہے، کل ہم بھی حکومت میں آ سکتے ہیں لیکن آئین سب کا ہے، یہ ریاست، یہ پاکستان سب کا ہے۔

جناب والا! اگر آج میں ایک سیکنڈ کے لیے آپ کا یہ اصول مان لوں کہ جو فیصلہ آپ کو پسند نہیں ہے، اس پر آپ عملدرآمد نہیں کریں گے، آپ اس کو تبدیل کر لیں گے تو پھر عام شہری کو انصاف کیسے ملے گا؟ آپ خود وکیل ہیں جناب! عام شہری کو انصاف کس طرح ملے گا اگر میں اس اصول کو مان لوں۔ میں پھر واپس اسی بنیادی بات پر آتا ہوں کہ آپ عدالت نہیں بن سکتے، آپ عدالت نہیں ہیں، آپ کا آئین میں اس نظام کے تحت ایک ہی کام ہے کہ آپ آئین کے مطابق، قانون کے مطابق اور عدالتوں کے حکم کے مطابق implement کریں۔ آپ کو اگر عدالت کا فیصلہ غلط لگتا تھا تو آپ بالکل واپس جا سکتے ہیں عدالت کے پاس اور یہ کہہ سکتے ہیں کہ جناب اس میں یہ مسئلہ ہے، آپ ہدایت لے سکتے ہیں، آپ مزید instructions لے سکتے ہیں، نظر ثانی کی درخواست ڈال سکتے ہیں اور آپ نے ڈالی بھی ہے مگر آپ خود یہ فیصلہ نہیں کر سکتے کہ ہماری مرضی ہم یہ مانیں ہماری مرضی ہم یہ نہ مانیں۔ حکومت کو ماننا ہی ہے، حکومت عدالت کا حکم بدل نہیں سکتی۔ ایک سیکنڈ کے لیے تاریخ کی طرف نظر دوڑائیں جب بھی حکومتوں نے عدالتوں کے حکم ماننا بند کر دیے ہیں تو آمریت آ گئی، dictatorship آ گئی۔ آپ Europe میں دیکھ لیں

Hitlerآیا، Mussolini کو دیکھ لیں، Franco کو دیکھ لیں، آپ Latin America کو میں دیکھ لیں وہاں پر Pinochet تھے وہاں Rafael تھے، یہ سارے dictators کب آئے جب عدالتوں کے حکم ماننا بند ہوگئے۔ Africa میں دیکھ لیں وہاں Idi Amin, Mugabe, مختلف قسم کے dictators آتے رہے ہیں جب بھی عدالت کے حکم ماننا بند کر دیے گئے۔ میں آپ کو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس تاریخ کو بتانے کی وجہ یہ ہے کہ اگر آپ عدالتوں کو کمزور کریں گے تو اس کا effect کیا ہوگا کہ قانون کی حکمرانی ختم ہوگی۔ اگر قانون کی حکمرانی ختم ہو گی تو لوگوں کو انصاف نہیں ملے گا، ان کا اعتماد ختم ہو جائے گا۔ (جاری۔۔۔۔۔T/12)

T12-25Aug2026 Ali/Ed: Neelum 01:50 pm

سینیٹر سید علی ظفر: (جاری ہے۔۔۔۔۔) اگر آپ عدالتوں کو کمزور کریں گے تو اس کا effect کیا ہوگا؟ کہ قانون کی حکمرانی ختم ہو گی۔ اگر قانون کی حکمرانی ختم ہو گی تو لوگوں کو انصاف نہیں ملے گا؛ ان کا اعتماد ختم ہو جائے گا اور اگر ان کا اعتماد انصاف کے ترازو سے ختم ہو گیا، اگر ان کا اعتماد ہمارے نظام سے ختم ہو گیا، تو پھر ریاست کی بنیادیں ہل جائیں گی۔ آپ خدارا اس کو صرف عمران خان صاحب کا issue نہ سمجھیں۔ آپ اس کو آئین کا، انصاف کا، قانون کا issue سمجھیں۔

ہمارے ایک عظیم جج صاحب تھے Justice Alvin Robert Cornelius ، انہوں نے مولوی تمیز الدین کیس میں dissent کی تھی اور مولوی تمیز الدین کیس میں dissent کرتے ہوئے انہوں نے ایک بڑا اچھا اصول بتایا تھا، جو آج تک ہمارا اصول ہے؛ انہوں نے کہا کہ Parliament, Executive and Judiciary ریاست کے تین بڑے عظیم ستون ہیں۔ Parliament کا کام ہے قانون سازی، Executive کا کام ہے اس قانون سازی کے مطابق حکومت چلانا اور Judiciary کا کام ہے آئین کی تشریح کرنا اور قانون کی تشریح کرنا۔ ہر ادارے نے اپنی جگہ پر رہنا ہے۔ اگر ایک ادارہ دوسری جگہ پر جائے گا، نظام خراب ہو جائے گا، ٹوٹ جائے گا اور ریاست کو بہت بڑا نقصان ہوگا۔ اس لیے میں ان کو پھر کہتا ہوں کہ آپ عدلیہ نہ بنیں۔ عدلیہ کو اپنا کام کرنے دیں؛ آپ اپنا کام کریں۔

جیسا میں نے کہا، اب مسئلہ صرف عمران خان صاحب کا نہیں، یہ مسئلہ جو آج میں لے کے آ رہا ہوں، یہ ریاست کا ہے، یہ آئین کا ہے، یہ مسئلہ عدلیہ کی آزادی کا ہے، یہ مسئلہ قانون کی حکمرانی کا ہے اور یہ مسئلہ ہر پاکستانی کا ہے۔ پی ٹی آئی کے پارلیمانی لیڈر کے behalf پر بات نہیں کر رہا، پی ٹی آئی کے سینیٹرز کے behalf پر بات نہیں کر رہا، خان صاحب کے behalf پر بات نہیں کر رہا، میں آج ہر پاکستانی کی آواز

اٹھارہا ہوں۔ آج Supreme Court کا جو حکم ہوا وہ عمران خان صاحب کے حق میں تھا۔ آپ کہتے ہیں ہمیں یہ پسند نہیں، ہم اس کو نہیں مانتے کیونکہ ایک خاص شخصیت جس کی آپ کو مخالفت ہے، ان کے حق میں ہے۔ لیکن یاد رکھیں، اگر یہ اصول ہو گیا تو کل کسی پر بھی یہ اصول لگ سکتا ہے، آپ پر بھی لگ سکتا ہے، جو میری دوسری side پر بیٹھے ہوئے ہیں ان پر بھی لگ سکتا ہے، ہر عام شہری پر بھی یہ اصول لگ سکتا ہے۔ اگر ہم نے ایک بار عدالتوں کے حکموں کو ماننا بند کر دیا تو پھر کوئی بھی محفوظ نہیں رہے گا۔ اسی لیے Martin Luther King نے بڑی صحیح بات کی تھی، انہوں نے کہا تھا کہ: .Injustice anywhere is a threat to justice everywhere اگر ایک جگہ بھی ناانصافی ہو گی، تو یہ ایک طرح سے خطرہ ہے کہ کسی جگہ پر آپ کو بھی انصاف نہیں ملے گا۔

میں ان سے یہ کہتا ہوں کہ ہمارا مسئلہ سمجھیں، اصل مسئلہ صرف عمران خان صاحب کا نہیں ہے، اصل مسئلہ انصاف کا ہے۔ ایک سیکنڈ کے لیے میں حلف کی طرف واپس آتا ہوں، میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ ہم نے حلف کیوں اٹھایا؟ اس کی کیا وجہ تھی؟ کیا اس کی یہی وجہ تھی کہ جب ہم حکومت میں ہوں تو آئین ہماری حفاظت کرے؟ یا اس کی یہ وجہ تھی کہ جب مشکلات ہوں، فیصلہ ہمارے سیاسی مفاد کے خلاف بھی ہو، تو ہم آئین کی حفاظت کریں؟ میں submit کرتا ہوں کہ ہم نے جو اپنا وعدہ کیا تھا کہ اپنا مفاد side پر کرکے آئین کو ہم بالادستی دیں گے، آئین کا حکم مانیں گے۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ آپ عدالت بن گئے ہیں، آپ اپنے اختیارات سے مزید بڑھ کر عدالت کا حکم خود ہی سے change کر رہے ہیں۔ حکومتیں آتی جاتی رہتی ہیں لیکن آئین رہتا ہے۔ Prime Minister آتے جاتے رہتے ہیں لیکن ریاست رہتی ہے، وزراء بدلتے رہتے ہیں جناب لیکن قانون رہتا ہے۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ یہ کسی بھی حکومت کے اختیار میں نہیں ہے کہ وہ عدالت کا فیصلہ اپنے مفاد میں ہو تو اس کو مانے، اپنے خلاف ہو تو اس کو reject کر دے۔ آئین اور عدالت کے حکم کی تشریح کرنے کا اختیار آپ کے اور حکومت کے پاس نہیں ہے۔ اسی لیے میں قرارداد پیش کرنا چاہ رہا تھا، جس کی میں بات کر رہا تھا۔ اس قرارداد میں میں صرف یہ کہنا چاہ رہا تھا کہ کیا Senate یہ سمجھتی ہے کہ آئین کی بالادستی ہونی چاہیے؟ اس قرارداد میں میں نے یہ لکھا تھا جو ہم نے PTI کی طرف سے دی تھی، جو ہماری حکومت کے اراکین نے نہیں مانی، People's Party کو بھی میں نے offer کیا، انہوں نے بھی اس پر sign نہیں کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم اس کو support تو کرتے ہیں، لیکن اس کو sign نہیں کریں گے۔ اس قرارداد میں یہ کہنا تھا کہ جو آئین کی بالادستی ہے، Senate اس میں یقین رکھتی ہے، اس

کو sign نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ حکومت اور باقی حکومتی جماعتیں جو ہیں، وہ یہ دکھانا چاہتی ہیں کہ Senate آئین کی بالادستی میں یقین نہیں رکھتی۔

دوسری چیز، ہم نے یہ کہا تھا کہ Senate, Supreme Court کے Orders کی implementation پر عمل درآمد کرنے پر یقین رکھتی ہے۔ Sign نہ کرنے سے حکومت اور حکومت کی اتحادی جماعتوں نے یہ ثابت کر دیا کہ وہ Supreme Court کے احکامات پر عمل درآمد نہیں کرنا چاہتے اور وہ سمجھتے ہیں کہ Senate کو یہ قرارداد نہیں پاس کرنی چاہیے تھی۔ ہم نے اس قرارداد میں یہ بھی مطالبہ کیا ہے کہ 18 August کو Supreme Court نے جو Order کیا ہے، اس پر عمران خان صاحب کو شفاء ہسپتال لے کر جایا جائے اور ان کا باقاعدہ طور پر علاج کیا جائے جو ان کا انسانی اور بنیادی حق ہے اور ایک ex-Prime Minister کے طور پر ان کا پورا پورا اختیار ہے، لیکن وہ بھی انہوں نے reject کیا۔ حالانکہ TV پر بار بار ان کے leaders آتے رہے اور کہتے رہے کہ ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے، ہم تو Supreme Court کے حکم پر عمل درآمد کرنا چاہتے ہیں، لیکن یہ resolution نہ sign کرکے انہوں نے دکھا دیا ہے کہ وہ بیانات صرف بیان بازی تھے، صرف public کے لیے تھے، اس میں کوئی حقیقت نہیں ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: بہت شکریہ، علی ظفر صاحب۔

سینیٹر سید علی ظفر: آخر میں، میں دوبارہ حضرت علی کے قول کا ذکر کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ اس کے مطابق پاکستان کو کیا چاہیے؟ پاکستان کو انصاف چاہیے، پاکستان کو آئین چاہیے، پاکستان کو قانون کی حکمرانی چاہیے اور پاکستان کو ایک ایسا نظام چاہیے جہاں Supreme Court اور High Courts کے orders ایک کارروائی نہیں، صرف کاغذ نہیں، ان پر عمل بھی ہوتا ہے۔ تو ہمیں یہ فیصلہ کرنا ہے کہ کیا حکومت آئین کے تابع ہے یا آئین حکومت کے تابع ہے؟ میں اس کا جواب Senate سے مانگتا ہوں اور میں کہتا ہوں کہ یہ حکومت آئین کے تابع ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: بیرسٹر صاحب، بہت شکریہ۔

سینیٹر سید علی ظفر: حکومت آئین کے تابع ہے، اس لیے حکومت خود عدالت نہ بنے۔ آخری بات اور میں ختم کر رہا ہوں کہ اگر آج حکومت یہ فیصلہ کر لیتی ہے، آج یہ کہتی ہے کہ ہم اس پر عمل درآمد کرنے کو تیار ہیں اور پھر invite کرتے ہیں، تو ہم اس کو welcome کریں گے اور واقعی ہم کہیں گے کہ آج آپ کے خلاف میں نے جو کچھ کہا وہ غلط ثابت ہوا۔ آپ آئین میں یقین رکھتے ہیں، آپ Supreme Court کے Order پر عمل درآمد کریں گے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: بہت شکریہ، علی ظفر صاحب۔ جی، راجہ علامہ ناصر عباس صاحب۔

سینیٹر راجہ ناصر عباس (قائد حزب اختلاف): ادھر سے دو تین بندے اور بول لیں، پھر یہ جواب دیں۔ بے شک time limit رکھیں تاکہ ان کی بات مکمل ہو جائے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: علامہ صاحب بالکل ایسے ہی ہوگا۔ اس ہی طریقے سے آپ جواب دے دیجیے گا، یہ ایک ادھر سے لے لیں۔

Senator Rana Sanaullah Khan

سینیٹر رانا ثناءاللہ خان: اس کے بعد اگر اپوزیشن کی طرف سے کچھ اور دوست بھی بات کرنا چاہتے ہیں، تو ہماری طرف سے بھی معزز senators بات کرنا چاہیں گے، پھر انہیں بھی allow کیا جائے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: میرے خیال میں جو دو دوست بولنا چاہتے ہیں، دو دو منٹ ادھر سے بول لیں، آپ اکٹھا جواب دے دیجیئے گا، ایک ایک کا جواب آپ کے لیے مشکل ہو جائے گا۔ میری گزارش یہ ہے کہ ناصر بٹ صاحب بیٹھے ہوئے ہیں، ان کی بات سن لیں۔

سینیٹر رانا ثناءاللہ خان: جناب چیئرمین! میری یہ گزارش ہے کہ جو بات علی ظفر صاحب نے کی ہے، بنیادی طور پر بات وہی ہے، تو ہمیں اجازت دی جائے کہ اس کا جواب ہم دے دیں۔ باقی اگر اس طرف سے معزز سینیٹرز صاحبان نے بات کرنی ہے تو آپ ان کو allow کریں اور اسی طرح سے۔۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: دوستوں کو کہیں گے کہ مختصر بات کریں، دو دو منٹ بات کریں، پھر آپ collectively سب کا جواب دے دیجیے گا۔

سینیٹر رانا ثناء اللہ خان: میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ علی ظفر صاحب کی بات کا میں جواب دوں گا، باقی اس کے بعد جو دوست اظہار خیال اس طرف سے کریں تو اسی طرح سے ہماری طرف سے بھی دو یا تین معزز سینیٹرز صاحبان بات کر لیں۔ جاری ہے۔۔۔۔۔(T13)

T13–25Aug2026 Imran/ED: Mubashir 12:40 pm

سینیٹر رانا ثناء اللہ خان: (جاری۔۔۔) تو اسی طرح سے ہماری طرف سے بھی دو یا تین معزز سینیٹر صاحبان بات کر لیں۔ جناب چیئرمین، جو علی ظفر صاحب نے بات کی ہے، علی ظفر صاحب ماشاء اللہ سے بڑے senior lawyer ہیں، ہمیشہ بڑی مناسب اور نپی تُلی بات کرتے ہیں، آئین اور law کا بڑا فہم رکھتے ہیں۔ انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ ہم سب نے آئین کے تحت حلف لیا ہے اور آئین کی بالادستی کو ensure کرنا ہم سب کا فرض ہے۔ تو اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ حکومت آئین کے تابع ہے۔ تمام عدالتیں بھی آئین کے تابع ہیں۔ سپریم کورٹ سے لے کے نیچے ڈسٹرکٹ کورٹ تک تمام عدالتوں نے جو فیصلے کرنے ہیں، وہ آئین اور قانون کے تابع کرنے ہیں اور آئین اور قانون میں review کو بھی اسی لیے رکھا گیا ہے کہ کہیں، کسی معاملے میں آئین اور قانون سے متعلق کوئی بات اگر عدالت کے notice میں لائی جائے یا کوئی لانا چاہے کہ جناب یہاں پر کسی آئین یا قانون کی violation ہوئی ہے یا کسی معاملہ میں کوئی ایسا order ہے جو contradict کرتا ہے، conflict کرتا ہے، تو وہ بات عدالت کے notice نوٹس میں لائی جائے تاکہ اُس کی تصیح ہو سکے۔

معاملہ یہ ہے کہ 18 اگست کو سپریم کورٹ نے ایک فیصلہ کیا۔ اُس فیصلے کے عمل درآمد کے اوپر علی ظفر صاحب کا یا Opposition کا یا اُن کی جماعت کا ایک موقف ہے۔ اُس موقف کے اوپر جس طرح سے اُنہوں نے فرمایا کہ جی آپ عدالت نہ بنیں۔ تو عدالت اُنہیں بھی نہیں بننا چاہیے۔ عدالت کا یہ حکم کہ عمران خان صاحب کو Shifa hospital لایا جائے۔ وہاں پر doctors کا ایک board اور ایک panel اُن کا check up کرے اور اگر وہ board advise کرے تو اُنہیں admit کیا جائے ورنہ اُنہیں واپس جیل بھیجا جائے۔

اسی طرح سے سپریم کورٹ نے اُسی حکم میں یہ بھی لکھا ہے کہ security measures سے متعلق معاملات کو administration دیکھے گی اور وہ فیصلہ کرے گی اگر کسی قسم کا کوئی بھی معاملہ درپیش ہوتا ہے۔ عمران خان صاحب کو within period جو سپریم کورٹ نے مقرر کیا تھا، اُن کو لایا گیا۔ Shifa hospital میں security سے متعلق جو معاملات تھے، اُن کے متعلق administration کا، government کا یہ موقف ہے کہ وہاں پر ایسی صورتحال موجود تھی کہ جس میں اُن کو یا وہاں پر کوئی ایسی

صورت پیدا ہو سکتی تھی جسے امن و امان کی صورتحال کہا جائے۔ تو اس لیے آخری لمحے میں جب اُن کو وہاں پر لے جایا جا رہا تھا تو اُس پروگرام کو تبدیل کر کے اُن کو ایک سرکاری ہسپتال جو کہ Shifa hospital سے کسی طرح سے بھی health facility میں کم نہیں ہے، وہاں پر لے جایا گیا جہاں اُن کا مکمل check up ہوا اور قابل اور professional ڈاکٹرز نے اُن کا check up کیا اور اس کے بعد ان کو دوبارہ جیل shift کیا گیا۔

اب اس پر آپ کا یہ موقف ہے کہ عدالت کے فیصلے کے اوپر in letter and spirit عمل درآمد نہیں ہوا۔ ہمارا یہ موقف ہے کہ عمل ہوا ہے اور اُس میں جہاں کہیں کوئی ایسے حالات کا اندیشہ تھا کہ اُس سے صورتحال خراب نہ ہو یا وہاں پر کوئی امن و امان کی صورتحال پیدا نہ ہو، تو اُس کے متبادل کے طور پر اُس طرح سے resolve کیا گیا۔

تو اب آپ اس کے اوپر کیوں عدالت بن رہے ہیں؟ آپ نے آئین اور قانون کی جتنی بھی تشریح کی ہے، اُس میں آپ نے اسی بات پر conclude کیا کہ جی آپ کو عدالت نہیں بننا چاہیے۔ تو عدالت پھر آپ کو بھی نہیں بننا چاہیے۔ اس بات کا فیصلہ کہ عدالت کے فیصلے پر حرف بحرف یا in letter and spirit عمل ہوا یا نہیں ہوا، تو اس کا فیصلہ جو ہے وہ عدالت کرے گی۔ اگر اُن کو Shifa hospital کی بجائے PIMS لے جایا گیا اور آپ کے موقف کے مطابق وہاں پر ایسے حالات نہیں تھے کہ جس کی بنیاد پر اُن کے پروگرام کو change کرنا چاہیے تھا۔ ہم اپنی evidence پیش کریں گے، administration اپنی evidence پیش کرے گی کہ جی وہاں پر یہ یہ حالات تھے، یہ ہمارے پاس evidence ہے، اس کی باقاعدہ audio and video اور ساری چیزیں موجود ہیں، آپ اس کو rebut کریں اور عدالت فیصلہ کرے گی۔ یہ عدالت فیصلہ کرے گی کہ کیا اُس کے فیصلے کے عمل درآمد میں کوئی کمی یا کوتاہی رہ گئی ہے یا اُس کے فیصلے پر عمل ہوا ہے۔ تو یہ فیصلہ آپ کو بھی عدالت بن کے نہیں کرنا چاہیے اور جو آپ ہمیں کہہ رہے ہیں کہ جی آپ عدالت نہ بنیں اور خود سے تشریح کر کے خود سے اس کے اوپر اپنے طریقہ کار سے عمل درآمد نہ کریں۔ نہیں، ایسا بالکل نہیں ہے، ہم بھی نہیں کر سکتے، ہم بھی نہیں کریں گے، ہم نے بھی نہیں کیا، ہم نے بھی جو کیا ہے وہ عدالت کے فیصلے کے مطابق کیا ہے۔ دوسری بات انہوں نے جو کہی وہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اُن کے اور باقی بعض چیزوں کے اور اُنہوں نے کہا کہ جی آپ عمران خان صاحب کی صحت کے ساتھ نہ کھیلیں اور اس سے متعلق آپ کوئی ایسا عمل نہ کریں۔

جناب چیئرمین! اُس press conference میں غالباً علی ظفر شاید موجود نہیں تھے لیکن ان کے باقی عہدیداران وہاں پر تھے۔ اُس میں جو اُن کے vitals سے متعلق جو بتایا گیا کہ ان کی pulse، اُن کا blood pressure جو ہے، اب آپ مجھے بتائیں کہ اُس کے مطابق ایک صحت مند آدمی کے vitals اور کیا ہو سکتے ہیں؟ اُس سے بہتر اور کیا ہو سکتے ہیں؟ اس سے تو پھر یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نہ صرف doctors کے ایک panel نے check کرنے کے بعد اُن کو صحت مند قرار دے دیا بلکہ وہ information جو آپ کے پاس ہے، جس سے آپ نے press conference کرکے سب کو آگاہ کیا ہے، اُس کے مطابق بھی وہ بالکل صحت مند ہیں، اللہ تعالیٰ اُن کو مزید صحت دے۔ Government نے کسی بھی مرحلے کے اوپر، ان کی آنکھ کا جو معاملہ ہوا اس میں بھی جو اس عارضے سے متعلق best available علاج تھا، وہ اُن کو فراہم کیا گیا اور اس میں ان کو افاقہ بھی ہوا۔ یہ آپ کے بھی بقول اُن کو افاقہ ہوا، آپ خود اس بات کو admit کرتے ہیں۔

اب رہی بات کہ سپریم کورٹ کے فیصلے کے اوپر ہم نے عمل کی کوشش کی اور اس میں کہاں تک عمل کر سکے ہیں اور کہاں کہاں پر کوئی کمی یا کوتاہی رہ گئی ہے، اس کا فیصلہ 16 ستمبر کو عدالت کرے گی اور اس کے بعد عدالت جو حکم کرے گی اس کے اوپر عمل کیا جائے گا لیکن اُسی فیصلے میں یہ بھی لکھا گیا تھا کہ ان کی صحت سے متعلق اور اُن کے جو ملاقات ہو گی اس سے متعلق آپ کوئی ایسا عمل نہیں کریں گے کہ جس سے یہ معلوم ہو کہ آپ نے ان چیزوں کو، آپ میڈیا سے share نہیں کریں گے اور آپ اس کے اوپر کوئی سیاسی بیان بازی نہیں کریں گے۔

تو علی ظفر صاحب نے یہ سارا کچھ جو بیان فرمایا ہے اور اس کے بعد یہ کہا کہ جی آپ اس کے اوپر غور کریں۔ تو میں معزز سینیٹر علی ظفر صاحب سے یہ گزارش کروں گا کہ اس کا وہ part آپ نے نہیں پڑھا؟ جس میں یہ سارا کچھ بڑی صراحت کے ساتھ عدالت عالیہ نے لکھا۔۔۔

(جاری۔۔۔T14)

T14-25Aug2026 Abdul Ghafoor/ED: Waqas 2:10 PM

سینیٹر رانا ثناء اللہ خان: (جاری۔۔۔) میں محترم سینیٹر علی ظفر صاحب سے گزارش کروں گا کہ اس کا وہ part آپ نے نہیں پڑھا جس میں یہ سارا کچھ بڑی صراحت کے ساتھ عدالت نے لکھا ہے۔ اس کے بعد جو پھر آپ نے press conference کی ہے اس میں عمران خان صاحب کی ہمشیرہ محترمہ بھی موجود تھیں۔ آپ کی پوری پارٹی کی leadership موجود تھی۔ آپ سے ملاقات کی جو facility

withdraw ہوئی تقریباً اس میں پچھلے چار پانچ ماہ سے یہ معاملہ under dispute چلا آرہا ہے۔ اس میں بنیادی طور پر بات یہی تھی کہ ملاقات کی جو facility آپ enjoy کر رہے ہیں یا آپ کو جو حاصل ہوتی ہے تو اس کو آپ misuse کرتے ہیں۔ آپ اس کے بعد آ کر ایک press conference کرتے ہیں۔ اس press conference میں آپ messaging کرتے ہیں۔ اس میں امن و امان کی صورت حال سے متعلق پیغامات دیتے ہیں۔ پھر اس کے بعد بیرونِ ملک میں آپ کا social media ان بیانات کو لے کر آگے چلتا ہے۔ ملک میں امن وامان اور اداروں کے متعلق اس قسم کی گفتگو کا مواد بعد میں share ہوتا ہے کہ جو ملک کے مفاد میں نہیں ہے۔

اس کے اوپر اب سپریم کورٹ کا بھی فیصلہ آ گیا، سپریم کورٹ نے بڑی صراحت کے ساتھ ہر چیز اس میں بیان کی۔ آپ نے اس کی ہمیشہ سے بڑھ کر violation کی۔ آپ نے وہ پریس کانفرنس کی ہے۔ اس پریس کانفرنس میں چلیں آپ کو اگر عمران خان صاحب نے کوئی message دیا بھی تھا، تو بھائی وہ آپ خاموشی کے ساتھ KPK کے Chief Minister صاحب کو دے دیں کہ انہوں نے آپ کو یہ کہا ہے کہ ذرا کام کو اٹھاکے رکھو۔ آپ گراؤ اور جلاؤ long march کا سلسلہ کر رہے ہیں اس کو پوری طرح جاری رکھنا ہے۔ اس کو press conference میں کہنے کی کیا ضرورت تھی؟ press conference میں سپریم کورٹ کے حکم کا اس طرح سے مذاق اُڑانا اور violate کرنا کہ وہ message بھی انہوں نے press conference میں ہی دے دیا۔ وہ message تو صرف KPK کے Chief Minister کے لیے تھا باقی پوری دنیا کے لیے تو نہیں تھا کہ اس کو media کے سامنے share کیا جاتا۔

جناب والا! میری یہی گزارش ہوگی محترم سینیٹر علی ظفر صاحب سے کہ حکومت نے پوری طرح خلوصِ نیت سے کوشش کی ہے کہ Supreme Court کے فیصلے کے اوپر عمل کیا جائے۔ جہاں کہیں آپ کو یہ نظر آرہا ہے کہ hospital کا visit کرنا تو مقصد نہیں تھا۔ مقصد ان کا check-up تھا، check-up ہوا ہے ماہر ڈاکٹروں سے professional ڈاکٹروں سے ہوا ہے وہ صحت مند ہیں۔ ان doctors نے بھی یہی بات کی ہے، آپ نے بھی اسی بات کو دہرایا ہے۔ اگر آپ کے موقف کے مطابق کسی جگہ پر سمجھتے ہیں کہ پوری طرح سے عمل درآمد نہیں ہو سکا، آپ عدالت میں جائیں حکومت اپنا موقف رکھے گی۔ اگر کسی جگہ پر عدالت یہ قرار دیتی ہے کہ اس جگہ پر کوئی کسر رہ گئی ہے اس کے اوپر further clarity کے ساتھ عمل ہونا چاہیے تو بالکل حکومت عمل کرے گی۔ ان کی صحت سے متعلق قطعی طور پر، قطعاً نہ اس سے پہلے کوئی سستی یا کوتاہی کی گئی ہے اور نہ ہی آئندہ کی جائے گی۔

اس بارے میں بالکل میں سمجھتا ہوں کہ ان کی صحت سے متعلق، صحت کے اوپر سیاست اگر آپ ہمیں کہہ رہے ہیں کہ جی سیاست نہ کریں تو پھر آپ نے press conference کی ہے وہ کیا ہے؟ وہ بھی تو پھر یہی چیز ہے۔ اس کے اوپر ٹھیک ہے عدالت کے سامنے سارا معاملہ رکھا جائے گا۔ میں اپنی بات کو اس طرح سے conclude کرتا ہوں کہ معاملہ sub judice ہے۔ عدالت میں ہے، عدالت نے جو فیصلہ کیا اس کے اوپر عمل کیا گیا ہے۔ اس کے بعد report عدالت میں پیش کی جائے گی۔ آپ اس کے اوپر اعتراض کریں۔ آپ نے فیصلے کو جو violate کیا ہے اس کے متعلق ہماری طرف سے بھی application ہے۔ اس فیصلے میں کہا گیا ہے کہ private hospital سے ایک prisoner کا treatment ہو سکتا ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ یہ بات قانون میں موجود نہیں ہے۔ اس سے پہلے کی کوئی مثال بھی موجود نہیں ہے۔ اس طرح سے پھر ایک ایسی صورت حال ہو سکتی ہے کہ وہاں سے سینکڑوں لوگ کہہ سکتے ہیں کہ جی ہم برداشت کر سکتے ہیں، ہم خرچہ دے سکتے ہیں، ہمارا بھی علاج private hospitals سے کروایا جائے۔ ہم نے اس کے متعلق review file کیا ہے۔ اس کے اوپر جو عدالت فیصلہ کرے گی وہ عمل کیا جائے گا۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: بہت شکریہ، سینیٹر رانا ثناء اللہ صاحب! جناب سینیٹر ناصر محمود بٹ صاحب، Leader of the Opposition کھڑے ہو گئے ہیں اگر ان کو دو منٹ کے لیے بات کرنے دیں۔ سینیٹر راجہ ناصر عباس صاحب (لیڈر آف دی اپوزیشن)۔

Senator Raja Nasir Abbas

سینیٹر راجہ ناصر عباس (قائد حزب اختلاف): بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، شکریہ، جناب چیئرمین! دیکھیں، میں نے تھوڑی سی باتیں جناب رانا ثناء اللہ خان صاحب کی سنی ہیں۔ ہم سب کا ایک ضمیر ہے، ایک وجدان ہے، عقل و فہم ہے، جن حالات میں ہمارا ملک ہے ان سب کو سامنے رکھیں میرے خیال میں ہماری حکومت نے بڑے دل کا ثبوت نہیں پیش کیا۔ شرح صدر نہیں دکھائی آپ نے، بڑے پن کا ثبوت نہیں دیا۔ ہم کس طرح سے reconciliation کی طرف جا سکتے تھے اگر آپ تھوڑا سا بڑا دل کر لیتے۔ اس کو آئین و قانون کے مطابق جو Supreme Court کا order تھا اس کو implement اگر کر لیتے میرے خیال میں بہت آسانیاں پیدا ہوتیں ہمارے عوام کے لیے، پاکستان کے لیے اور ہمارے آئندہ کے لیے۔ ہمیں مان لینا چاہیے، بعض اوقات ہم انسان ہیں ہم سے غلطیاں ہوتی ہیں، غلطیاں مان لینی چاہئیں کہ واقعتاً غلطی ہوئی ہے۔ میں خود رانا ثناء اللہ صاحب سے ملتا بھی رہتا ہوں، بات کرتا رہتا ہوں۔ ہمیں سیاسی استحکام کی طرف جانا چاہیے political

harmony کی طرف جانا چاہیے، اپنے ملک کے عوام کے لیے سوچیں تاکہ ان مشکلات اور مسائل سے نکل کر آگے بڑھیں۔ میں نے یہاں پر اس دن بھی عرض کیا تھا، ہم آپ کو یقین دہانی کراتے ہیں کہ جس طرح سے پہلے حکومتوں کو گرایا جاتا تھا، کہیں سے order آتا تھا اور پھر وہاں سے عدم اعتماد ہو جاتا تھا۔ ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ ہم آپ کے خلاف اس طرح کی کسی episode کا حصہ نہیں بنیں گے۔ واقعتاً چاہتے تھے کہ پاکستان کے عوام اس دن دیکھیں کتنے لوگ خوش تھے جب یہ order آیا۔ پورے پاکستان میں، دنیا میں، آپ بڑے پن کا ثبوت دیتے تو کتنی رنجشیں اور دلوں میں نفرتیں ہیں وہ کتنی کم ہو جاتیں۔ ہم بہت بہتری کی طرف جا سکتے تھے رانا صاحب! میرے خیال میں ہم سے بہت بڑی، اگر غلطی نہ کہیں، چوک کہتے ہیں، کیا کہتے ہیں ہم لوگ، چوک ہو گئی ہے۔

جناب والا! اب مان لینا چاہیے، آپ جتنی بھی اس کی، کیا کہتے ہیں توجیحات کریں، تاویلات کریں وہ میرے خیال میں ایسے ہی ہے کہ جب انسان خدانخواستہ کہیں سے پھسل جائے، جس چیز کو ہاتھ ڈالتا ہے وہ اس کا فائدہ نہیں دیتی بلکہ اس سے اور نقصان ہوتا ہے جو تاویلیں اور توجیحات کرتا ہے۔ اگر پاکستان میں سیاستدان اور سیاست اسی طرح سے کچلی جاتی رہی۔ ایک زمانے میں، کل میں نے ایک بزرگ سے سنا کہ کہا جاتا تھا کہ پاکستان میں سیاسی قیدی ہوتے ہیں، بڑے بڑے، ایوب خان کے دور میں بھی تھے سیاسی قیدی۔ آج ہمارے جوان لڑکے، سینیئر سیاستدان، سابق گورنر، وزیرِ صحت، کیا یہ دہشت گرد ہیں؟ ان کو terrorist کے طور پر جیلوں میں رکھا گیا ہے۔ سیاستدانوں کا مقدر اس طرح کی جیلیں ہیں، اس طرح کی courts ہیں، اس طرح کی زندگی ہے ان کے لیے کہ یہ دہشت گرد ہیں؟ یہ پاکستان کا معزز ترین طبقہ ہے سیاستدان جنہوں نے اس ملک کو چلانا ہے۔ عوام انہیں elect کرتے ہیں اور عوام ہی کے ذریعے power میں آتے ہیں۔ عوام کے نمائندے ہوتے ہیں، عوام انہیں امانت دیتے ہیں کہ ہماری طرف سے آپ جائیں وہاں پر، ملک چلائیں، ہمارے fundamental rights کا خیال رکھیں، ہمارے حقوق کا خیال رکھیں، ہماری جان، مال اور ناموس کی حفاظت کریں، rule of law ہو آئین کی supremacy ہو۔ یہ power اور اختیار ہمارے پاس امانت ہے۔ اگر ہم اس power اور اختیار کو آئین اور قانون کے مطابق اور عوام کی امنگوں کے مطابق نہیں چلائیں گے تو گویا ہم امانت کا حق ادا نہیں کر رہے۔

میری گزارش ہے کہ اب بھی ہو سکتا ہے۔ آپ خود دیکھیں کہ contempt of court کا فائدہ ہے؟ کہاں پہنچ جائیں گے؟ کدھر جا رہے ہیں ہم؟ اب بھی اگر آپ بڑے دل کا، بڑے پن کا ثبوت کریں، لے آئیں ان کو، کچھ نہیں ہو گا۔ وہاں لے جائیں ان کو، وہاں ان کا درست

medical check-up نہیں ہوا ہے۔اب دیکھیں نا،انہوں نے کہاوہاں لے جائیں،آپ ادھر لے گئے۔ میں حیران ہوں، میں جاتا رہا ہوں کہ یہ کیا کھیل تھا کہ ایک وزیر صاحب شفا ہسپتال میں جا رہے ہیں security check کر رہے ہیں، IG وہاں جا رہے ہیں ایک بار، دو بار، تین بار، پھر وہاں سے ایک گاڑی آتی ہے جس میں ڈاکٹر فیصل سلطان ہوتے ہیں، لوگ سمجھتے ہیں عمران خان ہیں۔ وہ گاڑی ہسپتال میں پہنچ جاتی ہے ۔ایک طرف سے اس طرح سے کرتے ہیں یہ کوئی اچھی چیز نہیں لگتی ہے۔ جناب رانا ثناء اللہ صاحب! واقعتاًappreciatable نہیں ہے۔

(جاری۔۔۔T15)

T15-25Aug2026 Mariam Arshad/ED:Neelam 02:20 PM

سینیٹر راجہ ناصر عباس: (جاری۔۔۔) جناب رانا ثناء اللہ صاحب! واقعتاًappreciatable نہیں ہے۔ پاکستان کے اندر تاریخ لکھی جا رہی ہے۔ ہماری تاریخ ایک محاکمہ کرے گی، ہمارے نقش اور role کو کٹہرے میں کھڑا کرے گی۔ پاکستان کے ساتھ جو کچھ بھی ہو رہا ہے اس میں ہم جوابدہ ہوں گے آئین کے ساتھ، دستور کے ساتھ، قانون کے ساتھ، courtsکے ساتھ، پہلے ہی courts کااحترام عوام میں اس طرح سے نہیں رہا۔ ایک زمانے میں جو تھوڑا بہت trust اور اعتماد ہوتا تھا وہ ختم ہو چکا ہوا ہے یا ختم ہونے کے قریب ہے۔اس طرح کے رویے سے جب آپ power میں ہیں،آپ کو اللہ نے اختیارات دیے ہیں، اقتدار ہے آپ کے پاس، اب اگر آپ اس کو بھی پاکستان کے عوام کو عمران خان کو حامی بالآخر پاکستانی ہیں۔ وہ Indian نہیں ہیں، وہ پاکستان کے دشمن نہیں ہیں، وہ سارے پاکستانی بچے ہیں، بچیاں ہیں، جوان ہیں۔ آپ اگران کو خوش کر دیتے، ان کے جوان کے دلوں میں خدانخواستہ کوئی نفرت ہے، غصہ ہےاس کو heal کر دیتے، کم کر دیتے، پاکستان کا فائدہ تھا، تاکہ ہم productive activities کی طرف جائیں، fruitfulکاموں کی طرف جائیں۔اس ملک کو بہتر کرنے کی طرف جائیں، یہ ground بن سکتی تھی بہت سے مسائل میں مل کے آگے بڑھنے کے لیے اور کام کرنے کے لیے جو ابھی بھی ضائع نہیں ہوئی ہے۔اگر بڑے پن کا ثبوت دیں Prime Ministerصاحب ہیں، رانا صاحب آپ کی حکومت ہے، آپ کے پاس وزراء یہاں موجود ہیں، اس مسئلے کو settle کریں آج لے جائیں، کل لے جائیں ۔ میرے خیال میں مجھے سمجھ نہیں آتی کہ ایک وزیر وہاں جا رہا ہے، وہاں پر security check-up کر رہا ہے، security کو دیکھ رہا ہے اور عمران خان صاحب کو آپ ادھر لے کے جا رہے ہیں۔ یہ آپس میں کوئی اختلاف ہوا ہے؟آپس میں کوئی ایسا مسئلہ ہوا ہے؟ جس کے یہ نتائج دیکھے ہم لوگوں نے جو power of corridors ہیں ان میں آپس میں کوئی مسئلہ

ہوا ہے؟ اگر کوئی آپ کے اوپر pressure ڈالتا ہے ہم آپ کا ساتھ دیں گے۔ لوگ یہی سمجھ رہے ہیں کوئی کیا قیاس آرائیاں کرتا ہے، کوئی کیا قیاس آرائیاں کرتا ہے، کوئی کیا کہتا ہے، کوئی کیا کہتا ہے۔ دیکھیں! اس طرح کی قیاس آرائیوں سے ہماری ریاست کی soft power بہت weak ہو رہی ہے، کمزور ہو رہی ہے، آپ یقین کر لیں۔ خدانخواستہ اگر ہمارے دشمنوں کی طرف سے پاکستان پر کوئی آفت آ جائے تو پاکستان کے عوام اس طرح سے detach ہو جائیں گے اور سسٹم سے ان کا اعتماد ختم ہو جائے اور ایک اور المیہ جنم لے سکتا ہے، بڑے خطرناک حوادث جنم لے سکتے ہیں۔ پاکستان کو بچانا، عوام کو بچانا ہماری ذمہ داری ہے۔

میری گزارش یہ ہے کہ اب بھی بڑے پن کا ثبوت دیں اور میرے خیال میں جو رانا صاحب کا جواب آیا ہے اس کو سامنے رکھتے ہوئے میں پھر بھی وہی resolution جو ہم نے لکھی تھی۔ میں آپ کی خدمت میں چاہتا ہوں کہ ایوان میں پیش کروں۔ اس سے پہلے کہ میں یہ پیش کروں، ایک باقاعدہ کمیٹی بنی چاہیے ہمارے سینیٹرز جائیں، جیلوں میں جائیں، دیکھیں کہ کس طرح کے وہاں حالات ہیں۔ ہمارے بارہ ہسپتال یہاں موجود ہیں، کہتے ہیں کہ PIMS کے اندر CNT or CTN نہیں ہے جس سے ان کا چیک اپ ہونا تھا۔ پمز کا یہ حال ہے تو آپ جا کر دیکھیں کہ جیل کے ہسپتالوں کا کیا حال ہو گا باقی تو اور بھی صورت حال ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ سینیٹرز کی ایک کمیٹی بنی چاہیے جو جا کر وزٹ کرے، ہسپتالوں کی صورت حال کو دیکھے اور وہاں جو مریض ہیں ان کی صورت حال کو دیکھے کہ ان کے ساتھ کیا گزر رہی ہے،۔ کوئی ان کو پوچھتا ہے؟

دوسرا یہ ہے کہ یہ جو Resolution ہم چاہتے ہیں کہ اس کو پیش کریں۔ آپ اس پر باقاعدہ ووٹنگ کرا لیں، مسئلہ نہیں ہے۔ لیکن یہ ہماری Resolution ہمیں پیش کرنے کی اجازت دیں۔ Under Rule 203 motion پر ہاؤس کی sense لے لیں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: ہاں جی، بالکل رانا صاحب بیٹھے ہیں۔

سینیٹر رانا ثناء اللہ خان: یعنی ایک طرف آپ یہ بات کر رہے ہیں کہ معاملہ فہمی ہونی چاہیے، بڑا پن ہونا چاہیے تو بڑا پن جب آپ ہمیں suggest کر رہے ہیں تو آپ بھی تو بڑے پن کا مظاہرہ کریں۔ یہاں پر تو کوئی power دیکھیں بات یہ ہے کہ آپ نے کل Resolution پیش کرنی چاہیے۔ اس کے اوپر ہماری طرف سے اعتراض آیا۔ اس کے بعد وہ معاملہ disposed of ہوا، آج دوبارہ جب یہ

معاملہ آپ نے پیش کیا، چیئر نے آپ کی بات سنی اور اس کے بعد جو ہم نے اعتراض کیا وہ بات بھی چیئر نے سنی اور اس کے بعد چیئر نے یہ فیصلہ کیا کہ آپ point of order پر بات کر لیں۔اس بات کو علی ظفر صاحب نے accept کیا۔ Accept کرنے کے بعد انہوں نے اس کے اوپر پوری بات کی اور اس بات میں علامہ ناصر عباس صاحب، انہوں نے پوری Resolution بھی پڑھ دی۔ انہوں نے پوری Resolution کے ایک ایک فقرے کو اپنی بات میں دہرایا۔ اب اس کے بعد پھر آپ کا یہ کہنا اب بنتا نہیں ہے، یہ مناسب نہیں ہے۔

آپ دیکھیں ایک تو خان صاحب کی صحت کا معاملہ ہے۔ آپ اس بات کو جب پریس کانفرنس میں تسلیم کرتے ہیں کہ یہ ان کے vitals ہیں، یہ ان کی pulse ہے، یہ ان کا blood pressure ہے اور اس کے بعد پھر آپ کیوں اس بات کے اوپر تُلے ہوئے ہیں کہ آپ ان کو بیمار ثابت کریں یا آپ یہ ثابت کریں کہ ان کی صحت خدانخواستہ ٹھیک نہیں ہے۔ اسی طرح سے سپریم کورٹ کا آرڈر یہ موقف ہے۔ آپ کا موقف ہے کہ ہم نے اس کے اوپر in letter and spirit عمل نہیں کیا۔ ہمارا یہ موقف ہے کہ ہم نے عمل کیا لیکن اس میں اگر کسی جگہ پر کوئی کمی کوتاہی رہی ہے تو اس کی evidence ہمارے پاس موجود ہے، اس کا proof ہمارے پاس موجود ہے۔ عدالت نہ آپ بنیں، علی ظفر صاحب یہی فرماتے رہے ہیں کہ جی عدالت نہ بنیں۔ عدالت آپ بھی نہ بنیں۔ عدالت میں 16 ستمبر کو فیصلہ ہونا ہے اگر ہمارا عذر جو ہے وہ درست نہ ہوا تو جیسے آپ فرما رہے ہیں ویسے ہی آرڈرز ہو جائیں گے کہ جی شفا لے کے جائیں۔ اور اگر ہمارا عذر درست ہوا تو پھر جو ہے وہ ان کی examination ہو چکی ہے، دوبارہ اگر examine ہونا ہوا تو وہ بھی ہو جائے گا۔ لیکن اصولی طور پر اب یہ بات مناسب نہیں ہے کہ ایک بات ہوئی ہے اس کے اوپر consensus ہوا ہے، consensus کے بعد آپ نے allow کیا ہے۔ علی ظفر صاحب نے جتنی دیر بات کرنی چاہی، اگر آپ نے ان کا شکریہ ادا کیا ہے تو آپ نے کیا ہے۔ ہماری طرف سے کوئی بات نہیں ہوئی۔ انہوں نے پوری بات کی ہے انہوں نے پورا Resolution بھی پڑھی ہے، Resolution کے ہر فقرے کا حوالہ بھی دیا ہے۔ تو اب اگر پھر اس کے بعد دوبارہ اسی سے بات شروع کی جائے کہ جی پیش کرنے دیں تو یہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ مناسب نہیں ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: رانا صاحب شکریہ۔ علامہ صاحب میں ایک گزارش کروں گا۔

Mr. Mustafa Kamal (Minister for National Health Services, Regulations and Coordination)

جناب مصطفیٰ کمال: میں ایک explanation دینا چاہتا ہوں علامہ صاحب نے پمز ہسپتال کا ذکر کیا اور میں بھی سن رہا ہوں سوشل میڈیا وغیرہ پر۔ علامہ صاحب اگر سن لیں میری بات، آپ نے پمز کا ذکر کیا اور سی ٹی CT Scan کا ذکر کیا۔ میں ریکارڈ پر کہنا چاہتا ہوں یہ بات evidence کے ساتھ دکھانا چاہتا ہوں کہ میں نہیں کہتا کہ ہمارے ہاں سرکاری ہسپتالوں کی جو کنڈیشن ہے بڑی ideal ہو گی۔ 1985 میں پمز ہسپتال بنا، چار لاکھ کی آبادی کے لیے آج 50 لاکھ اسلام آباد کی آبادی ہے اور پورا خیبر پختونخوا آتا ہے، آزاد جموں وکشمیر آتا ہے، گلگت بلتستان آتا ہے، پنڈی سے بھی لوگ آتے ہیں۔ وہی پمز ہسپتال ہے تو تاخیر یقیناً ہوتی ہے لیکن particular یہ CT Scan, ایک نہیں دو operational ہیں، روزانہ اس کے اوپر CTAngio ہو رہا ہے۔ CT Angio کی بات ہو رہی ہے روزانہ CTN ہو رہا ہے۔ روزانہ اس کے اوپر آپ کو میں date کے ساتھ، time کے ساتھ، ID card کے ساتھ، نمبروں کے ساتھ دے سکتا ہوں۔ جو علامہ صاحب فرما رہے ہیں اگر جو vitals بتائے جا رہے ہیں کسی کو زبردستی CT Scan میں تھوڑی ڈال دیں گے؟ وہ اس سے بھی بڑی problem ہوتی ہے۔ اگر vitals ٹھیک ہیں تو آپ CT Scan نہیں کرتے۔ عجیب ہی بات ہے! آپ لوگ پھر جو ہے وہ خدانخواستہ عمران خان صاحب کو... نہیں غلط بات ہے، میں یہ والی گفتگو کرتا نہیں علامہ صاحب، یہ غلط بات ہے، یہ بالکل غلط بات ہے۔ میں اگر ریکارڈ پر آنا چاہوں۔

Mr. Presiding Officer: Order in the House.

جناب مصطفیٰ کمال: میں تو بڑے آرام سے آپ کو صرف facts بتا رہا ہوں۔ میں بڑے آرام سے آپ کو facts بتا رہا ہوں کہ آپ ابھی بھی کسی کو جا کر CT Angio کرانا ہے وہ ابھی لے چلتے ہیں لیکن ڈاکٹر بتائے گا panel بیٹھا ہوا ہے وہاں پر، ان کی ہمشیرہ نے خود کہا کہ 120/80 وہ ان کا بلڈ پریشر ہے۔ اس آئیڈیل آدمی کو آپ CT Scan میں کیوں ڈالیں گے؟ ڈاکٹر کہے گا تو ڈالیں گے۔ آج اگر ڈاکٹر کہے گا کہ CT Scan کرانا ہے، آپ مجھے بتائیں کتنے CT Scan کرانے ہیں۔ میرا صرف یہ پوائنٹ ہے۔

(مداخلت)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: علامہ صاحب! ایک گزارش سن لیں، ناصر عباس صاحب، ایک گزارش سن لیں۔ Order in the Houseایک بات سن لیں۔

(جاری۔۔۔۔T16)

T16-25Aug2026 Tariq/Ed: Neelam 01:40 pm

(مداخلت)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: سینیٹر راجہ ناصر عباس صاحب، علامہ صاحب، ایک گزارش سنیں۔ ,Order in the Houseایک بات سن لیں۔ علامہ صاحب ،آپ کی اجازت سے بات کر سکتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ علی ظفر صاحب ہمارے بہت قابل احترام دوست ہیں، senior ہیں اور advocate ہیں، ہماری Supreme Court Barکے صدر بھی رہے ہیں۔ جناب پہلے یہ بات طے ہوئی اور اس پر discussion ہوا، آپ جو sense کی بات کر رہے ہیں، چونکہ اتفاق سے میں بھی وکیل ہوں، rules جس چیز کو allow نہیں کرتے اس پر sense نہیں ہو سکتی ہے۔ ابھی یہ طے ہوا تھا کہ سارے دوست بات کر لیں اگر آپ اجازت دیں تو اب ناصر محمود بٹ صاحب کا نمبر ہے، ان کے دو الفاظ سن لیں، ادھر مشال صاحبہ بیٹھی ہیں، آپ ہی کے لوگ ہیں، سن لیں۔ ناصر بٹ صاحب آپ بولیں۔

سینیٹر ناصر محمود: آپ صبح سے آئے ہیں تو ناشتہ یہیں آ کر کرتے۔ ہم نے آپ کو اس لیے تو نہیں بلایا۔

(مداخلت)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: ,No cross talk pleaseجی سینیٹر ناصر محمود بٹ صاحب۔

<u>Senator Nasir Mehmood</u>

سینیٹر ناصر محمود: جناب چیئرمین! بہت شکریہ۔ یہاں میں نے علی ظفر صاحب کی باتیں سنیں۔ رانا صاحب نے انہیں جواب دے دیا لیکن آپ عدالت نہ بنیں، عدالت تو آپ بنے ہوئے ہیں۔ ان کی problem کیا ہے، یہ بانی کی صحت پر اتنا propaganda کر رہے ہیں، منسٹر صاحب نے ابھی ایک بات کہی کہ ہسپتال میں جو ڈاکٹر صاحب ان کا check-up کر رہے ہیں وہ کہہ رہے ہیں کہ یہ بالکل ٹھیک ہیں، یہ کہتے ہیں

کہ وہ ٹھیک نہیں ہیں۔ اب مجھے بتائیں کہ ڈاکٹر کی بات مانی جائے گی یا ان کی بات مانی جائے؟ یہ تو propaganda کرتے ہیں کہ ان کی آنکھ چلی گئی ہے، فلاں مسئلہ ہو گیا ہے، ان کے پاس چورن بیچنے کے لیے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔

بات یہ ہے کہ کتنی اچھی باتیں ہوئی ہیں، ناصر عباس صاحب نے بھی بات کی کہ ہم ایک دوسرے کی بات سنیں۔ سپریم کورٹ جو بھی کہتا ہے اس پر من و عن عمل ہو رہا ہے، آئندہ بھی ہو گا۔ یہ کہتے تھے کہ سپریم کورٹ کے ہر حکم پر عمل ہو تو اسی پر عمل ہو رہا ہے۔ انہوں نے کیا violation کی، میں اپنی بات پھر دہراؤں گا کہ انہوں نے press conference کی، یہ اپنے گریبان میں جھانکیں کہ آپ نے کیوں press-conference کی جب کہ سپریم کورٹ نے روک دیا کہ صحت کے مسئلے پر کوئی بات نہیں ہو گی۔ آپ وہی باتیں کیے جا رہے ہیں اور مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ ہمیں کہتے ہیں کہ عدالت کا احترام کریں، ہم ہی تو عدالت کا احترام کرتے ہیں۔ میں آپ کو ایک بات یاد کروا دوں کہ افتخار محمد چوہدری کی بحالی میں مسلم لیگ کے قائد نواز شریف صاحب front پر تھے، بات یہ ہے کہ عدالتوں کا ہم احترام کرتے ہیں، آپ نہیں کرتے۔ میں آپ کو باتیں یاد کروا دوں کہ ان کا ایک ثاقب نثار تھا وہ کہتا تھا کہ تین چار MPAs تو میں ویسے ہی اڑا دوں گا۔ وہ عدالتیں کیا کرتی تھی، اب اگر عدالتوں کی ہر چیز پر عمل ہو رہا ہے تو آپ کو چاہیے کہ جس چیز پر آپ سمجھتے ہیں کہ عمل نہیں ہو رہا تو اس بابت آپ عدالت میں چلے جائیں اور عدالت اس کا جواب دے گی۔ عدالت اگر ہمیں کہے گی کہ آپ ٹھیک نہیں ہیں تو ہم ان کے سامنے کھڑے ہوں گے اور اگر آپ کو کہے گی کہ آپ ٹھیک نہیں ہیں تو پھر آپ سامنے کھڑے ہو کر یہ نہ کہنا کہ یہ انصاف نہیں ہے کیونکہ آپ کو اپنی مرضی کی چیز ملتی ہے تو وہ انصاف ہوتا ہے اور جو بات آپ کے خلاف جاتی ہے اس پر آپ کہتے ہیں کہ اس پر عمل نہیں ہو رہا ہے۔

جناب یہ شفاء ہسپتال پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ شفاء ہسپتال میں کیا آپ نے اپنے بندے بٹھائے ہوئے ہیں۔ ہسپتال کوئی بھی ہے، وہاں ڈاکٹروں کا ایک panel ہے جو بیٹھ کر دیکھ رہا ہے۔ آپ تو ڈاکٹر نہیں ہیں۔ ڈاکٹر جو بھی فیصلہ کرتے ہیں اگر وہ کہتے ہیں کہ انہیں یہاں رکھو تو میں آپ کو لکھ کر دیتا ہوں کہ وہ انہیں وہاں رکھ لیتے، جب ڈاکٹروں نے ہی کہا کہ یہ بالکل fit ہیں، یہ نہیں مانتے، یہ کہتے ہیں کہ وہ بیمار ہی ہیں۔ آپ صحت پر اتنی زیادہ سیاست کر رہے ہیں، آپ کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی چورن نہیں ہے۔ میں پھر یہ کہتا ہوں کہ اگر اس طرح کی باتیں کر کے آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم حکومت کو pressurize کر لیں گے تو یہ آپ کی غلط فہمی ہے۔ ہاں سپریم کورٹ کا ہر حکم من و عن تسلیم کیا جائے گا اور آپ بھی کریں گے۔ ہم آپ کے خلاف چلے گئے ہیں کہ آپ نے violation کی ہے۔ آپ نے ایک گھنٹہ violation کی ہے، وہ

violation نہیں تھی، violation یہ تھی جو آپ نے کی ہے۔ ہم نے اگر کوئی violation کی ہے تو سپریم کورٹ اس کا decision لے گا، وہ جو کہے گا اسے ہم من و عن تسلیم کریں گے۔

بات یہ ہے کہ یہ چیزیں چھپتی نہیں ہیں۔ دیکھیں وہ قیدی کس مقدمے میں اندر ہے اور پھر وہ PC ہوٹل نہیں ہے لیکن اس کے لیے وہ PC ہوٹل بنا ہوا ہے، اس کے لیے عدالت نے کہا ہے کہ اسے صبح ناشتہ ایسا دو، دن کو اسے دیسی مرغ دو، کہتے ہیں کہ اسے exercise machine دو، بھائی اسے ہر چیز مل رہی ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ کبھی Prime Minister شہباز شریف یا مریم نواز شریف صاحبہ نے کبھی یہ کہا کہ اس کو جیل میں کیا کیا سہولیات دی گئی ہیں ہمیں اس بارے میں بتائیں؟ کبھی نہیں کہا، جو کہا وہ من و عن مل رہا ہے۔ آپ لوگ وہاں جا کر کہتے تھے کہ اس کا AC بند کر دوں گا تو ان چیزوں میں ہم اور آپ میں فرق ہے۔ اگر آپ نے صرف صحت پر سیاست کرنی ہے کیونکہ آپ کے پاس اور کچھ نہیں ہے۔ آپ GHQ پر حملہ نہ کرتے، آپ اس طرف نہ جاتے تو شاید عدالتیں آپ کو سزا نہ دیتیں، ہم نے آپ کو نہیں بھیجا۔ یہ تو کہتے ہیں آپ نے بھیجا ہے، وہ آپ کے بندے تھے، آپ کی تو یہ حالت ہے بات یہ ہے کہ اگر اس طرح کے الزامات لگائیں گے، PTI صحت کا چورن بیچ رہی ہے، انہیں ان کی صحت سے کوئی غرض نہیں ہے، ان کو یہ ہے کہ ہم حکومت کے خلاف باتیں کریں، انہیں کوئی چیز ملتی نہیں ہے۔

میں یہ بات کر رہا ہوں کہ یہ حکومت پر یہ الزامات لگائیں کہ جی سپریم کورٹ کو نہیں مانتے، یا عدالتیں آزاد نہیں ہیں، یہ جو حکم ہوا ہے تو آپ مجھے بتائیں کہ عدالتیں آزاد ہیں، سپریم کورٹ نے جو حکم دیا ہے اس پر عمل ہو رہا ہے۔ دیکھیں عمل کیا ہے اگر آپ سمجھتے ہیں کہ عمل نہیں کیا آپ عدالت میں جائیں گے سپریم کورٹ جو حکم دے گی حکومت اسے مانے گی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ہم نے اس پر من و عن عمل کیا ہے، آپ نے violation کی ہے تو اس کا جواب آپ دے دیں۔ ان کی بہن سے ہم نے تو نہیں کہا کہ press conference کر کے کہیں کہ جی میرا بھائی fit ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ وہ fit نہیں ہے، اب مجھے نہیں پتا کہ یہ میری بہنیں جو بیٹھی ہیں ان کو کیسے پتا ہے کہ وہ fit نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ میڈیکل رپورٹ پر اگر ان کی بہن باہر آ کر press conference نہ کرتیں تو آپ کو اور ہمیں کیسے پتا چلتا، ہم کہتے تو آپ نہ مانتے، وہ تو جناب ان کی بہن نے کہا ہے کہ میرے بھائی کا blood pressure 80/120 ہے جو کہ ٹھیک ہے، وہ بالکل ٹھیک ٹھاک ہیں تو پھر اس کے بعد ہسپتال کیوں رکھتے۔ یا آپ نے دماغ میں کوئی چال چلی ہوئی تھی کہ پہلے ہسپتال اور پھر بنی گالہ جانا ہے۔

آپ اس issue کو جتنا بڑھائیں گے تو end یہی ہے کہ حکومت صحت پر کوئی سیاست نہیں کر رہی ہے، عمران خان اندر ہے، وہ جس 190 million چوری کے case میں ہے لیکن اس کے اوپر کبھی کسی چیز کی restriction نہیں ہے کہ اس کو علاج کی سہولت نہ دی جائے، رات دو بجے بھی انہیں ہسپتال لے گئے تھے، انہوں نے کہا کہ میری آنکھ تھوڑی سی خراب ہے تو انہیں لے گئے، انہوں نے کہا نہیں ان کی آنکھ ضائع ہو گئی ہے۔ یہ اس طرح جھوٹ بولنا چھوڑ دیں، سپریم کورٹ جو کہے گا ہم اس پر من و عن عمل کریں گے۔ بہت شکریہ۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: بہت شکریہ۔ وزیر داخلہ صاحب ہمارے پاس آئے ہوئے ہیں، welcome جناب منسٹر صاحب۔ ابھی سینیٹر مشعال اعظم صاحبہ۔

Senator Mishal Azam

سینیٹر مشعال اعظم: جناب چیئرمین! عمران خان صاحب اس ملک کے سیاسی قیدی ہیں اور اڈیالہ جیل میں ہیں۔ یہ حکومت کا فرض تھا کہ Prisons Rules کے مطابق انہیں medical treatment دیتے اور تمام تر سہولیات دیتے۔ ان کی صحت کے معاملے کو ہم نے بار بار Senate floor پر highlight کیا تو ہمیشہ Law Minister صاحب اٹھتے تھے اور ہمیں کہتے تھے کہ آپ عدالت جائیں۔ آپ اسلام آباد ہائی کورٹ جائیں یا سپریم کورٹ جائیں، ہم تو کچھ نہیں کر سکتے۔ آپ عدالتوں سے ان کی medical facilities کے لیے فیصلہ لیں۔

جناب، ایسا نہیں تھا کہ ہم نے رات کو سپریم کورٹ میں petition file کی اور اگلے دن وہ لگ گئی۔ ہم عمران خان صاحب کی medical treatment کے لیے پچھلے ڈیڑھ سال سے لڑ رہے تھے اور پچھلے ایک سال سے ہم عدالتوں کے چکر کاٹ رہے تھے تو چوتھی پیشی پر سپریم کورٹ سے یہ فیصلہ آیا۔ یہ رپورٹ ہم نے جمع نہیں کرائی بلکہ یہ اڈیالہ جیل کے سپرنٹنڈنٹ نے جمع کرائی کہ خان صاحب کی صحت کی یہ condition ہے، ان کا blood pressure fluctuate ہو رہا ہے اور انہیں CT scan Angiography and blood test کی ضرورت ہے۔ حکومت کو چاہیے تھا کہ وہ انہیں خود لے کر جاتے۔ یہاں پر بہت سی باتیں ہوئیں، رانا ثناءاللہ صاحب یا وزیر صحت صاحب مجھے بتا سکتے ہیں کہ آج کی تاریخ تک جب میں یہاں بات کر رہی ہوں کیا عمران خان صاحب کے blood test ہوئے ہیں؟ کیا عمران خان صاحب کی CT Angiography ہوئی ہے؟ نہیں ہوئی جناب۔ آپ بات blood pressure 80/120 سے شروع کر

کے 80/120 پر ختم کر رہے ہیں، ہم تو خان صاحب کی صحت پر سیاست کر ہی نہیں رہے ہیں۔ جو reality ہے وہ ہم آپ اور عوام کو بتا رہے ہیں۔

پھر جناب یہاں پر بات ہوئی کہ سپریم کورٹ کے فیصلے میں ابہام تھا، حالات یہ ہیں کہ جب سپریم کورٹ کا فیصلہ آیا اور ہم سینیٹ میں واپس آئے تو طارق فضل چوہدری صاحب نے کہا کہ ہم سپریم کورٹ کے فیصلے کو من و عن تسلیم کریں گے۔ حکومت نے کہا کہ ہم اس کی implementation کرائیں گے۔ مجھے نہیں پتا جناب کہ رات کو کیا ہوا کہ شام کے بعد Law Minister صاحب آئے، ان کو اتنی جلدی تھی کہ TV پر آنے کے بجائے انہوں نے ایک ویڈیو پیغام جاری کیا کہ سپریم کورٹ کے فیصلے میں ابہام ہے۔۔۔۔۔۔آگے جاری۔۔۔(T-17)

T17-25Aug2026 FAZAL/ED: Mubashir 01:50 pm

سینیٹر مشال اعظم: (جاری ہے۔۔۔۔) جناب! مجھے پتہ نہیں کہ رات کو کیا ہوا، کہ شام کے بعدلاء منسٹر صاحب آئے، ان کو اتنی جلدی تھی کہ وہ TV پر آنے کی بجائے انہوں نے ایک ویڈیو پیغام جاری کیا کہ سپریم کورٹ کے فیصلے میں ابہام ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ وہ judgment پڑھتے، لیکن انہوں نے judgment نہیں پڑھی۔ پھر جب انہوں نے judgment پڑھی تو پتہ چلا کہ ابہام تو کوئی ہے نہیں۔ اسی لیے انہوں نے پھر کہا۔ PML-N والوں کا المیہ یہ ہے کہ جب ان کے حق میں فیصلے آتے ہیں، تو یہ کہتے ہیں کہ یہ فیصلے آئین اور قانون کے مطابق ہیں۔ جب ان کے خلاف فیصلے آتے ہیں یا ان کو اس پر کوئی ڈر لگ جاتا ہے کہ ایسا نہ ہو ہمارے ساتھ اس میں کچھ غلط ہو جائے، تو پھر یہ کہتے ہیں یہ متنازع فیصلے ہیں۔ ہم عدالتوں میں دوبارہ جائیں گے۔ ہم تو یہ نہیں کہہ رہے کہ ہم عدالتوں میں دوبارہ جائیں گے۔ آج بھی ہم اسی سپریم کورٹ میں اگلی پیشی کا انتظار کر رہے ہیں، جو 16 ستمبر کو ہے۔ رانا ثناء اللہ صاحب کو شاید یہ پتہ نہیں کہ اس Petition میں میں بھی as a petitioner ہوں اور مجھ سے زیادہ کس کو پتہ ہو گا کہ اس کیس میں کیا کیا ہوا ہے اور کیا کیا نہیں ہوا؟

آج بھی جب ہم یہاں پر بات کرتے ہیں تو ہیلتھ منسٹر صاحب نے کہا کہ آپ CT angiography کی بات کر رہے ہیں۔ وہ مشین تو ٹھیک ہے۔ وہ پریس ریلیز تو ہم نے جاری نہیں کی۔ پرائم منسٹر آفس سے جاری ہوئی ہے کہ PIMS کی مشین خراب ہے۔ جس پر پرائم منسٹر صاحب نے نوٹس لے لیا ہے۔ ہم خان صاحب کو شوکت خانم ہسپتال لے جانے کی بات تو نہیں کر رہے۔ ہم

خان صاحب کو شفاء انٹر نیشنل ہاسپٹل لے جانے کی بات کر رہے ہیں۔ مجھے نہیں پتہ یہ اتنا ڈرتے کیوں ہیں؟ خان صاحب شفاء سے بنی گالہ اور بنی گالہ سے لندن نہیں جائیں گے، جس طرح نواز شریف صاحب کوٹ لکھپت سے شریف میڈیکل سٹی، شریف میڈیکل سٹی سے جاتی امرا اور وہاں سے لندن چلے گئے۔ ہم ان کے لیے صرف میڈیکل ٹریٹمنٹ اور ٹیسٹ کی facilities مانگ رہے ہیں۔ میرا لیڈر اتنا بہادر ہے کہ جب ان کے ٹیسٹ ہوں گے، وہ خود کہیں گے کہ مجھے واپس اڈیالہ جیل لے جاؤ۔ وہ کبھی بھی میڈیکل گراؤنڈ پر باہر نہیں آئیں گے۔ وہ عدالتوں سے سرخرو ہو کر باہر آئیں گے۔ پھر یہ ماضی کی باتیں کرتے ہیں تو میں رانا ثناء اللہ صاحب کو کچھ یاد دہانیاں کروانا چاہتی ہوں کہ یہ حکومت کا فرض ہوتا ہے کہ وہ علاج کی facilities دیں۔ کیا نواز شریف صاحب جب اڈیالہ جیل میں تھے اور کوٹ لکھپت میں تھے تو ان کو ہسپتال نہیں لے کر آیا جاتا تھا؟ کیا ان کو جو لاہور انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی ہے وہاں نہیں لے کر آیا گیا؟ کیا ان کو سروسز ہسپتال نہیں لے کر آیا جاتا تھا؟ کیا یہ لوگ petitions کرتے تھے؟ ہم ان کو لے کر آتے تھے، ان کا فرض تھا۔اسی نواز شریف صاحب کے لیے خواجہ حارث صاحب نے بطور وکیل سپریم کورٹ میں ایک پٹیشن کی اور کہا کہ نواز شریف صاحب کی سزا چھ ہفتوں کے لیے معطل کریں اور نواز شریف صاحب کو شریف میڈیکل سٹی شفٹ کرائیں۔ سپریم کورٹ نے سر ان کی سزا معطل کی اور انہیں شریف میڈیکل سٹی اور اس کے بعد جاتی امرا اور اس کے بعد لندن بھی بھجوا دیا۔ یہ سپریم کورٹ کا فیصلہ ہے۔

جناب! میرے لیڈر کا ظرف اتنا بڑا تھا کہ جب سپریم کورٹ کا فیصلہ آیا تو میرے لیڈر کا بطور پرائم منسٹر tweet آیا کہ میں نے وزیر اعلیٰ پنجاب کو instructions دے دی ہیں کہ نواز شریف صاحب جیسے چاہتے ہیں، جہاں چاہتے ہیں، ہم ان کا علاج کروائیں گے۔ کیا نواز شریف صاحب کے لیے ڈاکٹر عدنان، جب ان کا دل کرتا تھا، جب وہ چاہتے تھے، نہیں جاتے تھے کوٹ لکھپت اور اڈیالہ؟ جب بھی نواز شریف صاحب ہسپتال جاتے تھے تو ان کے ساتھ ڈاکٹر عدنان نہیں جاتے تھے؟آج آپ لوگوں نے ڈاکٹر فیصل کو خان صاحب سے نہیں ملنے دیا۔ جناب! ہم دیکھیں، ہم رعایت نہیں مانگ رہے، ہم انصاف مانگ رہے ہیں۔ یہ خان صاحب کا حق ہے کہ ان کو انصاف دیا جائے۔ وہ لیڈر جس نے اس ملک کو تین شوکت خانم ہسپتال دیے، وہ لیڈر جس نے صحت انصاف کارڈ دیا، آج وہ خود اپنے لیے انصاف مانگ رہا ہے۔ صحت کا انصاف مانگ رہا ہے۔ یہ comparisons کی باتیں کرتے ہیں، ہم آج بھی ان سے کہتے ہیں، ہم صحت پر سیاست نہیں کرنا چاہتے۔ ان کو تو تکلیف یوں ہو گئی کہ ہم contempt میں گئے ہیں تو ہم نے محسن نقوی

صاحب کا نام کیوں نہیں دیا؟ بٹ صاحب نے کہا کہ یہ نواز شریف صاحب کے خلاف سازش ہو گئی کیونکہ ہم نے contempt میں محسن نقوی صاحب کا نام نہیں دیا۔ یہ تو اپنے آپ سے بھی ڈرتے ہیں۔ یہ تو اپنے سائے سے بھی ڈرتے ہیں کیونکہ پرائی کرسی پہ بیٹھے ہوئے ہیں تو اپنے سائے سے بھی ڈرتے ہیں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: میڈم! آپ کا بہت شکریہ۔

سینیٹر مشال اعظم: جناب! مجھے complete کرنے دیں۔ آپ نے ڈاکٹر عظمیٰ صاحبہ کی پریس کانفرنس کی بات کی، آپ نے ڈاکٹر فیصل کی پریس کانفرنس کی بات کی، انہوں نے تو پریس کانفرنس صحت پر کی ہے۔اگر آپ ان کو شفاء لے جاتے، ان کے میڈیکل ٹیسٹ کروا دیتے تو ہم نہ کرتے۔ ایسا تھوڑی ہو سکتا ہے کہ آپ میڈیکل facilities بھی نہ دیں، آپ بات بھی نہ کرنے دیں، آپ عدالتوں کے فیصلے بھی نہ مانیں اور پھر آپ کہیں کہ جی ہم یہاں بیٹھے رہیں گے؟ بات بڑی صاف سی ہے۔ یا اس ملک میں عدالتوں کے فیصلے مانے جائیں گے ورنہ پھر ہم نہ ان کو مانیں گے اور نہ ان کی کسی چیز کو مانیں گے۔ بہت شکریہ۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جناب سینیٹر اعظم سواتی صاحب۔

Senator Muhammad Azam Khan Swati

سینیٹر محمد اعظم خان سواتی: جناب چیئرمین! مہربانی۔ میں انتہائی اختصار کے ساتھ اس اہم موضوع، انسانی حق کے موضوع پر بات کروں گا۔ جسٹس کارنیلیس جس کو Jurisprudence کا باپ کہا جاتا ہے پاکستان کے اندر۔اس نے بڑی وضاحت کے ساتھ یہ کہا تھا کہ عدالتیں صرف اینٹوں، گارے، سیمنٹ اور پتھر کا نام نہیں ہے، بلکہ ایک آزاد انسانی حقوق کا ایک ایسا مقام ہے کہ جہاں اس کا تحفظ ہوتا ہے۔ جہاں یہ کہا گیا کہ عمران خان کا بلڈ پریشر،تو دکھ ہوتا ہے۔ دو مثالیں میں رانا صاحب آپ کے سامنے پیش کروں گا۔ جب ان ظالموں نے، 13 اکتوبر 2022 کو مجھے لے کے گئے، جوان ہٹے کٹے تھے اور میری عمر 76 سال تھی۔اس ایوان کے سینیٹر کو ہاتھوں پر کیا چیز چڑھی ہوئی تھی؟ جب وہ مجھے مارتے تھے تو میری آواز سیدھے آسمان پر اپنے پروردگار کے پاس جاتی تھی۔کاش! آج وہ اگر وہ دستانے مجھے دیں اور میں انہی ہٹے کٹے کے اوپر اگر وہ ظلم کروں، ان کے سر کے اوپر ماروں، مجھے یقین ہے کہ ان کا پیشاب ان کی پتلونوں کے اندر ان شاءاللہ تعالیٰ نکلے گا۔ جناب چیئرمین! میں اس لیے یہ درد سے کہہ رہا ہوں کہ پوری دنیا سن رہی ہے اس ایوان کو۔

تین سال کے بعد میری وہ بھاگتی ہوئی پوتیاں میرے گھر پر آئیں، میں اللہ کی قسم! تین گھنٹے تک سوچتا رہا کہ میری ان بیٹیوں کا نام کیا ہے؟ یہ Dementia نہیں ہے۔اس لیے میں کہتا ہوں کہ عمران خان پر جو زیادتی ہو رہی ہے، اگر وہاں اس کو زہر دیا جا رہا ہے، خدا نہ کرے کہ آج اعظم سواتی کی تقریر کے اندر وہ rhythm نہیں ہے۔ آج میں اپنے دماغ سے پوچھتا ہوں کہ کون سا لفظ استعمال کروں؟ میری 23 سال کی تقاریر اس ایوان کے اندر آپ ذرا دیکھیں اور آج کی تقاریر کو جو ہے، جب سے میں جیل سے واپس آیا ہوں اس کو دیکھیں۔آپ کو فرق نظر آئے گا۔اس لیے کہ دماغ کی حالت جو ہے، اس لیے مجھ کو باہر جانے نہیں دے رہے تاکہ میں باہر جا کر دیکھوں کہ مجھ کو کیا ہو گیا ہے؟ جناب! جب مجھے Angiography کے لیے لے جایا جا رہا تھا۔ میں دوسرا عمران خان کی مثال دیتا ہوں۔راولپنڈی انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی میں مجھے لے گیا۔ پورے ہسپتال کو cordon off کیا جس طریقے سے ہمارے اپوزیشن لیڈر نے کہا کہ عمران خان کے بعد سب سے بڑا دہشت گرد آ گیا۔ وہاں پر Angiography کے بعد جو dye ڈالی تھی اس کا وقت زیادہ ہوا تو ڈاکٹروں نے کہا کہ اگر آپ کہیں تو ہم جیل والوں سے اجازت لے لیں گے کہ ہم آپ کو تین چار دن یہاں پر چیف منسٹر صاحبہ کا سویٹ ہے اس کے اندر رکھیں گے۔ میں نے کہا آپ نے چار گھنٹے رکھا ہے، چار گھنٹے کے بعد یہ جتنے آلات آپ نے میرے جسم اور منہ کے ساتھ لگائے ہوئے ہیں، میں سب پھینک دوں گا، مجھ کو اٹک جیل لے کر واپس لے کے جائیں۔ اگر اس کا کارکن یہ کہہ سکتا ہے تو عمران خان کبھی بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کو 16 دن یا ایک مہینہ شفاء انٹرنیشنل کے اندر رکھا جائے۔

جناب! میں ایک اور مثال دیتا ہوں۔ میں انتہائی کمزور آدمی ہوں لیکن میرا لیڈر بہادر ہے، وہ اپنی قوم کے لیے، اپنے ملک کے لیے اور اپنی آزادی کے لیے لڑ رہا ہے۔ایک اور مثال جو ہے میں آپ کو دے رہا ہوں۔ دیکھیں، میں بھول گیا۔جناب! بلڈ پریشر اگر اس کا ٹھیک ہے، انسان ہے، تو کیا یہ جائز نہیں کہ اسی عدالت عظمیٰ کا وہ حکم جس میں کہا گیا ہے کہ اس کو شفاء انٹرنیشنل لایا جائے، کیوں نہیں مانا گیا؟ میں اس کی مثال اس طرح دیتا ہوں کہ مختلف اوقات کے اندر جب مجھے عدالت کے حکم پر، چھوٹی عدالت کے حکم پر، حالانکہ عدالتیں سب بڑی ہیں، جب اڈیالہ جیل لے کے جایا جاتا، ایک دفعہ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ باہر آئے اور اس نے کہا اس کو لے جاؤ، ایک باپ ہمارا عمران خان اندر ہے دوسرے باپ کو ہم کدھر رکھیں گے؟

(جاری ہے-----T18)

سینیٹر محمد اعظم خان سواتی: (۔۔۔جاری) ایک دفعہ Deputy Superintendent باہر آئے اور اس نے کہا کہ اسے لے جاؤ۔ ایک باپ ہمارا عمران خان اندر ہے اور دوسرا باپ ہم کدھر رکھیں گے۔ مجھے تین گھنٹے اڈیالہ جیل کے باہر رکھا گیااور پولیس والے اس بات کی گواہی دیں گے۔ وہاں سے باقاعدہ طور پر ایک آدمی آیا اور اس نے اے ٹی سی جج سے اجازت لی تاکہ وہاں سے مجھے اٹک جیل لے جایا جائے۔ اگر انہوں نے عمران خان کو شفا ہسپتال کی بجائے جو بالکل ایک specific order تھااوراس میں کوئی ابہام نہیں تھا۔ اگر PIMS لے کر جانا تھاتو ان کا کام تھا کہ رات کو بھی عدالتیں کھلتی ہیں کیونکہ جب ان کے لیے کام کیا جاتا ہے اور جب اداروں کے لیے کام کیا جاتا ہے۔ عمران خان چھوٹاآدمی نہیں ہے۔ وہ انسانیت کا علمبردار ہے۔ پرائم منسٹر میں نہیں کہتا بلکہ کہتا ہوں کہ انسانیت کا علمبردار ہے۔ انسانیت کے لیے اس کی جان وقف ہے۔ اس لیے انہوں نے کہا ہے کہ جب میں اس دنیا سے چلا جاؤں تو میری ساری جائیداد شوکت خانم اور دوسرے اداروں کو دی جائے۔ اللہ کے فضل سے یہی میں نے کیا ہے۔ اگر اعظم سواتی جیسے چھوٹے آدمی کو تین گھنٹے وہاں پر انتظار کرانے کے بعد اس بیماری میں اے ٹی سی جج کے پاس آرڈر لے کر جاتے ہیں کہ اسے اٹک جیل لے کر جایا جائے تو پھر میں انتہائی احترام سے رانا صاحب سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ پھر اس وقت آپ نے جاکر سپریم کورٹ کے جج کو رات کو اٹھانا تھا کہ وہاں پر law and order situation یا اور کوئی اور صورت حال بنی ہوئی ہے اور ہم شفا ہسپتال لے جانے کی بجائے انہیں PIMS لے کر جائیں گے۔ I will rest on this. Thank you.

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی سینیٹر فیصل جاوید۔

سینیٹر فیصل جاوید: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ آپ کا بہت شکریہ۔ میں وہ Resolution move کردوں جس کے لیے آپ نے مجھے موقع دیا ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی پیش کریں۔

Motion under Rule 263 for Dispensation of Rules

Senator Faisal Javed: I move under Rule 263 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 2012, that the requirements of Rule 26, 29, 30 and 133 of the said rules be dispensed with to move a Resolution.

Mr. Presiding Officer: I now put the motion before the House.

(Interruption)

سینیٹر رانا ثناء اللہ خان: یہ Resolution ۱۲ ربیع الاول کے حوالے سے ہے؟

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی اسی حوالے سے ہے۔ رانا صاحب، میں یہ تھوڑا سا پڑھ دیتا ہوں کہ یہ ایوان اس امر پر زور دیتا ہے کہ عید میلاد النبی کی بابرکت۔۔۔ایک منٹ۔ Order in House, please.

سینیٹر رانا ثناء اللہ خان: میں یہ پوچھنا چاہ رہا ہوں کہ یہ ۱۲ ربیع الاول کے حوالے سے ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی یہ اسی حوالے سے ہے۔ چلیں میں motion دوبارہ put کر دیتا ہوں۔ دیکھیں نیک کام ہے اور سینیٹر فیصل جاوید نے ایک اچھا کام کیا ہے۔ I now, put the motion before the House.

(The motion was carried)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی سینیٹر فیصل جاوید۔ قرارداد پیش کریں۔

Resolution moved by Senator Faisal Javed regarding enabling the Members to give speeches on the occasion of 12th Rabi-ul-Awal

سینیٹر فیصل جاوید: یہ ایک قرارداد ہے اور میں اسے پڑھ دیتا ہوں۔ الحمد للہ، ماشاءاللہ تمام political parties کے تمام ممبران جو آج موجود تھے، جو ابھی ہیں یا جو چلے گئے ہیں، ان سب نے اس پر دستخط کیے ہیں اور یہ ایک متفقہ قرارداد ہے۔ اس کے ساتھ ایک اور قرارداد بھی ہے اور اس پر بھی ہم ایک نتیجے پر پہنچ چکے ہیں لیکن پہلے میں یہ پڑھ دیتا ہوں۔

یہ ایوان اس امر پر زور دیتا ہے کہ عید میلاد النبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بابرکت اور مقدس موقع پر آج سینیٹ کے اجلاس میں معمول کی کارروائی معطل کر کے خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ، حسوۃحسنہ اور تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو اجاگر کرنے کے لیے اراکین سینیٹ کی خصوصی تقاریر کا اہتمام کیا جائے۔ ساتھ میں دوسرا یہ تھا کہ چونکہ کل 12 ربیع الاول ہے تو ممکن ہو۔۔۔۔

Mr. Presiding Officer: I, now, put the Resolution before the House.

(The motion was carried)

Mr. Presiding Officer: The Resolution is adopted. اب میں دوستوں سے یہ گزارش کرتا ہوں کہ عید میلادالنبی پر بات کریں۔ جی سینیٹر فیصل جاوید صاحب، آپ شروع کریں۔

سینیٹر فیصل جاوید: میں یہ گزارش کروں گا کہ اگر کوئی اور ساتھی بات کرنا چاہتا ہے تو۔۔۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی نہیں آپ بسم اللہ کریں۔ آپ نے نیک کام کیا ہے لہٰذا ابتدا آپ ہی کریں۔

سینیٹر فیصل جاوید: جی ٹھیک ہے۔ اس سے پہلے کہ میں اس پر بات کروں چونکہ رانا ثنا اللہ صاحب سے بات ہوئی، باقی حکومتی اراکین سے بات ہوئی اور پارلیمانی پارٹی سربران سے بھی بات ہوئی اور وہ یہ تھا کہ ہم یہ چاہ رہے تھے کہ کل چونکہ 12 ربیع الاول ہے اور ایک خصوصی دن ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: آپ اس پر بات کریں۔

سینیٹر فیصل جاوید: جی میں اس پر آرہا ہوں۔ اگر کل ہم اجلاس نہیں کر سکتے تو میری آپ سے یہ گزارش ہے کہ پھر یہ اجلاس میں جمعرات کو جاری رہے۔ آج تو کارروائی پھر معطل نہ ہوئی نا۔ وہ تو ہو گئی، ہم نے انتظار کر لیا اور signs بھی ہوگئے۔ بات یہ ہے کہ اسے آگے continue کیا جائے۔ میری گزارش یہ ہے کہ میں بات تو کرلوں گا لیکن اسے continue کیا جائے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی آپ بات کریں۔

Senator Faisal Javed

سینیٹر فیصل جاوید: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ہم ہر دن پر بات کرتے ہیں اور ہر دن مناتے ہیں لیکن خاص طور پر ہمیں تو پورا سال اس پر بات کرنی چاہیے کہ آقا دو جہاں رسالت مآب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے ہم کیا سیکھ رہے ہیں۔ میں چاہ رہا تھا کیونکہ یہاں پر پہلے علمائے کرام موجود تھے اور ابھی بھی کچھ لوگ موجود ہیں اور سب اس پر بات کریں گے لیکن ہم اپنے context میں یہ دیکھتے ہیں کہ آج ہم جتنی بھی تقریریں کر لیں، جتنی بھی باتیں کر لیں، اصل چیز practical ہونے کی ہے۔ ہم کچھ بھی کر لیں لیکن practical approach میں lack کرتے ہیں۔ ریاست مدینہ کی وہ ریاست جو کہ ایک رول ماڈل ثابت ہوئی، وہ ریاست مدینہ جہاں ایسے اصول اپنائے گئے کہ نہ صرف مسلمانوں بلکہ غیر مسلم کے ساتھ بھی انصاف کا اعلیٰ معیار قائم کیا گیا یعنی انصاف سب کے لیے برابر تھا۔ امیر کے لیے بھی وہی انصاف اور غریب کے لیے بھی وہی۔ سب کے لیے ایک انصاف۔ مسلمان کے لیے بھی وہی اور غیر مسلم کے لیے بھی وہی۔ معاشرے کے ہر طبقے کو اس کے حقوق دیے جا رہے تھے اور یہ ایک رول ماڈل تھا۔ اس کے بعد دنیا کا وہ واحد ملک جو اسلام کے نام پر ہی بنا ہے، ہم نے ان اصولوں سے انحراف کر لیا۔ انفرادی طور پر میں اپنی بات کروں گا اور اجتماعی طور پر بھی بحیثیت ملک ہم اس طرف نہیں گئے۔ ہر دن اور ہر وقت یہ فکر ہونی چاہیے اور یہ بحث ہونی چاہیے، ٹیلی ویژن کے یہاں پر لوگ بیٹھے ہوئے ہیں اور talk shows میں ہر وقت بحث ہونی چاہیے لیکن خاص طور پر 12 ربیع الاول پر ہمیں یکجا ہو کر فکر کرنی چاہیے اور آواز اٹھانی چاہیے کہ ہم کس راستے پر گامزن ہیں۔ میں ایک حدیث سنانا چاہتا ہوں کہ حضور اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے پہلے وہ قومیں برباد کی گئی ہیں جہاں طاقتور کے لیے الگ قانون تھا اور کمزور کے لیے الگ۔ آج unfortunately ہم انصاف سے بہت دور جا چکے ہیں۔ آج ہم باتیں تو کرتے ہیں لیکن اگر ہم practically دیکھیں تو نہ ہم معاشی انصاف کر پا رہے ہیں اور قانونی انصاف لوگوں کو نہیں دے رہے ہیں۔ لوگوں کا برا حال ہے۔ جس کے پاس تھوڑی سی طاقت ہے، وہ نکل جاتا ہے۔ بیچارہ، کمزور پسا ہوا طبقہ جس کی کئی نہیں چلتی، آپ تھانہ کچہری کے جا کر حالات دیکھیں، اس کو انصاف نہیں ملتا۔ ان کی زمینوں پر قبضہ ہو جاتا ہے۔ جو بڑا مافیا ہوتا ہے، اس کے سامنے کوئی آواز نہیں اٹھاتا اور ان کی پوری زندگی انصاف کی تلاش میں گزر جاتی ہے۔ ہمارے سامنے کئی ایسے کیسز آئے کہ بے گناہ آدمی جس کا کیس چل رہا ہے۔۔۔۔ (جاری T19)

سینیٹر فیصل جاوید: (جاری) تھانہ کچہری کے آپ حالات دیکھیں، انصاف نہیں ملتا، ان کی زمینوں پر قبضہ ہو جاتا ہے۔ جو بڑا مافیا ہوتا ہے اس کے سامنے کوئی آواز نہیں اٹھاتا۔ انصاف کی تلاش میں ان کی پوری زندگی گزر جاتی ہے۔ ہمارے سامنے کئی ایسے cases آئے کہ ایک بے گناہ آدمی کا کیس چل رہا ہے، اس کو پہلے تھانے میں بند کر دیا، پندرہ، سولہ سال بعد اس کا فیصلہ آیا کہ وہ بے گناہ تھا۔ اس کی زندگی کے پندرہ سال جیل میں ضائع ہوئے اور وہ ایک کیس تو آیا کہ وہ قیدی فوت بھی ہو گیا، بعد میں عدالت نے کہا کہ یہ بے گناہ تھا۔ ہمارے ہاں انصاف کا یہ معیار ہے۔ لہٰذا، آج کے دن 12 ربیع الاول کے حوالے سے سب سے پہلے جو اولین ترجیح ہماری ہونی چاہیے کہ حضور اقدس حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں سے نمبر ایک، معاشرے میں انصاف قائم کریں جس کا حکم ہمیں قرآن پاک بھی دیتا ہے کہ زمین پر عدل قائم کرو۔ انسانی معاشرے کا تو کام ہی یہی ہے۔ جناب! یہاں پر باقی لوگوں کو بھی اس پر بات کرنی ہے۔ میں نے اس میں صرف ایک چیز کی نشاندہی کی، باقی کئی پہلو ہیں لیکن انصاف، یقین کیجیے کہ اس وقت ہماری practical approach میں سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہمارا justice system ہے، ہم اس کو ٹھیک کرنے کی کوشش کریں۔ جب ہم کسی بھی کام کی بات کرتے ہیں، ہم کوشش تو کریں کیونکہ انسان تو نیت کرتا ہے اور کوشش کرتا ہے، اللہ تعالیٰ پھر راستے بناتا ہے۔ پھر کامیابی خود دیتا ہے۔ لیکن کہیں سے تو اس کی شروعات ہو۔ میں اپنی گفتگو میں کہیں پر بھی کوئی ایسی چیز نہیں لے کر آیا جس سے ہلکا سا بھی یہ تاثر جائے کہ میں اس قرارداد کے سائے تلے اپنی سیاست کرنا چاہتا ہوں، قطعاً نہیں، اور یہ میری گزارش ہوگی باقی اراکین سے بھی کہ let's be exclusive to this day, this content. جناب! میں اپنی بات ختم کر رہا ہوں۔ میں ایک بار پھر کہوں گا کہ انفرادی طور پر میں نے اس چیز کو admit کیا اور اجتماعی طور پر بھی میں سمجھتا ہوں کہ ہم لوگ بالکل off-track ہیں، میں off-track ہوں، سب off-track ہیں۔ باقی political talk shows ہوتے رہتے ہیں، ہر رات ہم دیکھتے ہیں، سیاست دان ٹیلی ویژن پر آتے ہیں۔ یہ 12 ربیع الاول کی transmission نہ صرف news channels پر بھی ہونی چاہیے، اس کے elements ہیں، عدل ہے، انصاف ہے، بھائی چارہ ہے، مساوات ہے۔ پورے مدینے کے آئین کو discuss کریں۔۔۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: بہت شکریہ۔

سینیٹر فیصل جاوید: جب ہم اس پر debate کریں گے، discuss کریں گے، نوجوان بھی سنیں گے۔ ہم scholars کو بھی بٹھائیں، سیاسی لوگ بھی بیٹھیں، سیاست سے بالاتر ہو کر اس چیز کو انسانیت کے حوالے سے discuss کریں۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: سینیٹر عبدالشکور صاحب سے گزارش ہے کہ چونکہ ایوان نے متفقہ طورپر کارروائی معطل کرکے صرف 12 ربیع الاول خاتم النبیین حضوراکرم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر بات کرنے کا فیصلہ کیاہے، اگرآپ نے اس موضوع پر بات کرنی ہے، میری گزارش یہ ہوگی کہ چونکہ پورےایوان نے کارروائی معطل کردی ہے، صرف اور صرف خاتم النبیین حضوراکرم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر بات ہونی ہے۔اس لیے یہ غلط ہوجائے گا، صرف اس موضوع پر بات کرنی ہے ورنہ آپ جمعرات کو بات کرلیں۔

سینیٹر عبدالشکور: کل کوئٹہ کے لیے میرا ٹکٹ ہے، آج آخری دن ہے۔۔۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: پھرآپ انتظار کریں، یہ بات ختم ہوجائے گی اورآخر میں آپ بات کریں۔

سینیٹر عبدالشکور خان: جی بالکل آخر میں بات کرلوں گا۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: آپ تشریف رکھیں۔ قائدحزب اختلاف، راجہ ناصر عباس صاحب کچھ کہنا چاہتے ہیں۔جی۔

سینیٹر راجہ ناصر عباس (قائدحزب اختلاف): میری رانا ثناءاللہ صاحب سے بات ہوئی ہے، بیرسٹر صاحب سے بات ہوئی ہے،ان سے بھی بات کرنے گیاتھالیکن وہ کہہ رہے تھے کہ تقریباً عید میلادالنبی کے حوالے سےایسا ماحول نہیں ہے،افراد بہت کم ہیں۔ رانا صاحب سے بات ہوئی ہے کہ اگر ہم اس کو جمعے والے دن جاری رکھیں۔ یہاں پر ہمارے سینیٹرز بھی زیادہ ہوں گے، دونوں طرف سے گفتگو بھی اچھی ہوسکے گی۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: ٹھیک ہے، رانا صاحب بالکل۔

سینیٹر راجہ ناصر عباس: انہوں نے بھی کہا ہے تو میری گزارش ہے کہ اس کوایسے ہی کیا جائے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: علامہ صاحب، ,agreed جوآپ نے کہا۔ اب عبدالشکور صاحب !آپ کوئی بات کرنا چاہتے ہیں تو مختصر دو منٹ لیجیے۔

Points of public importance raised by Senator Abdul Shakoor Khan regarding (i) Treatment of Imran Khan according to orders of the Supreme Court; (ii) Terrorism in Balochistan; and (iii) Depletion of underground water in Balochistan

سینیٹر عبدالشکور خان: دومنٹ میں شاید نہ ہو، تھوڑی سی گنجائش نکال لیں۔ بہت شکریہ، جناب۔اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ (عربی) جناب چیئرمین صاحب! دو تین موضوعات پر بہت مختصر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ سب سے پہلے میرا ایک موضوع عمران

خان کا ہے۔ عمران خان کا موضوع اس حوالے سے نہیں ہے کہ اس نے کیا کیا ہے، وہ کس جرم میں جیل میں ہے، میں اس پر بات نہیں کرنا چاہتا۔ میں صرف علاج کے حوالے سے بات کروں گا۔ علاج کے حوالے سے پورے ملک کے 24 کروڑ عوام نے دیکھا کہ سپریم کورٹ نے حکم دیا کہ ان کا علاج کرایا جائے اور ان کا علاج ہسپتال میں کرایا جائے بلکہ شفاء ہسپتال لکھا، صرف یہ نہیں کہا کہ ان کو ہسپتال لے جائیں۔ یہ نوٹ کرنے والی چیز ہے۔ شاید میری اردو کمزور ہو، جتنے وزراء ہیں، انہوں نے من و عن کا لفظ استعمال کیا کہ سپریم کورٹ کے فیصلے پر من و عن شاید میں نہیں سمجھتا، میں جہاں تک سمجھتا ہوں، جتنی مجھے اردو آتی ہے، من و عن کا مطلب سو فیصد، جو عدالت نے بات کی ہے، سو فیصد اس پر عمل ہوگا۔ تو سو فیصد تو عمل نہیں ہوا، نہ تو ڈاکٹرز کا بورڈ بنا اور نہ ہی یہ شفا ہسپتال لے کر گئے۔ ان کو عمران خان کا علاج کرنا چاہیے۔ باقی میں عمران خان کے بارے میں میں نہیں کہتا کہ اس نے جرم کیے ہیں یا نہیں، وہ ایک الگ موضوع ہے۔

جناب! دوسرا موضوع بلوچستان کے امن و امان کے حوالے سے ہے۔ بلوچستان کے امن و امان کے حوالے سے صورت حال یہ بن گئی ہے کہ میرے علاقے میں تحصیل سرانان کی پولیس اسٹیشن میں پولیس دہشت گرد گھسے اور پولیس والوں کو کہا کہ آپ تھوڑی دیر باہر نکلیں، یہ بہت غور کرنے کی باتیں ہیں۔ پولیس والوں کو کہا کہ آپ تھوڑی دیر باہر نکلیں، ہمارا اِدھر کام ہے۔ تو پولیس والے جا کر روڈ پر بیٹھ گئے اور انہوں نے پورے تھانے میں بم لگا دیا اور پورے تھانے کو اڑا دیا۔ کل پرسوں پانچ مزدوروں کا قتل ہوا۔ میں ایک اور چیز کی نشان دہی کرنا چاہتا ہوں۔ میرے نزدیک، جہاں تک میری نظر ہے، دو طرح کے پاکستان میں نے دیکھے ہیں، ایک باجوہ کا پاکستان تھا جس میں انہوں نے کہا تھا، ان کا ایک مشہور بیان تھا کہ ہمارے tanks کے لیے fuel نہیں ہے اور ایک فیلڈ مارشل عاصم منیر کا پاکستان ہے جس میں رافیل گرتے ہیں، وہ بھی انڈیا کے اندر گرتے ہیں یعنی پاکستان میں گھستے بھی نہیں، پاکستان میں گھسے بغیر انڈیا کے اندر ہی رافیل گرتے ہیں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ باجوہ والا پاکستان اور یہ آج کا، فیلڈ مارشل جنرل عاصم منیر کا پاکستان، ان میں فرق ہے لیکن جہاں تک میں علاقے میں دیکھتا ہوں کہ دہشت گرد آتے ہیں اور تھانے والوں کو کہتے ہیں کہ آپ تھوڑی دیر باہر نکلیں، ہمارا کام ہے۔ تو یہ عاصم منیر کو جو جذبہ انہوں نے انڈیا کے حوالے سے دکھایا تھا، وہی جذبہ بلوچستان کے دہشت گردی کے حوالے سے بھی دیکھنا چاہیے، چاہے وہ فتنہ الخوارج ہوں یا فتنہ الہندوستان ہوں، دونوں دہشت گرد ہیں۔ دونوں دہشت گردوں کے حوالے سے فیلڈ مارشل کو وہی رویہ رکھنا چاہیے جو سخت رویہ انہوں نے انڈیا کے ساتھ رکھا۔

جناب چیئرمین صاحب! دو اور مسئلے ہیں، ایک کو چھوڑ دیتا ہوں چونکہ آپ بار بار کہہ رہے ہیں۔ جناب! ہمارا زیر زمین پانی ختم ہو رہا ہے، بلوچستان کا زیر زمین پانی ختم ہو رہا ہے۔ میرے تحصیل کا نام گلستان ہے، یہ میرے اپنے گاؤں کا نام ہے۔ آپ اس گاؤں کے نام سے اندازہ لگائیں۔

گاؤں کا نام ہے گلستان کاریز۔ گلستان کاریز کا مطلب یہ ہے کہ گاؤں ایک کاریز پر بنا تھا۔ تقریباً کوئی 18 سال پہلے کاریز سوکھ گیا۔ ہم نے اپنے گاؤں میں ٹیوب ویل لگائے اور وہ تقریباً 10 سال پہلے سوکھ گئے۔ چھ کلومیٹر دور سے ہم اپنے باغات کے لیے پانی لا رہے تھے۔ جناب چیئرمین! آپ یقین کریں کہ وہ پانی اُدھر بھی ختم ہو رہا ہے تو ہمیں شاید کوئی سننے والا ہو، بلوچستان کا زیرزمین پانی ختم ہو رہا ہے۔ زمین کے اوپر تو پہلے بھی پانی نہیں تھا۔ ہمارا زیرزمین پانی ختم ہو رہا ہے تو براہ مہربانی وفاقی حکومت ڈیموں کے لیے فنڈز مہیا کرے۔ پورا ضلع قلعہ عبداللہ، پشتون علاقے، بلوچ علاقے، پورے بلوچستان کا یہ مسئلہ ہے۔ ایک وہ علاقہ جو سندھ سے متصل ہے جس میں نہری پانی آتا ہے، الحمدللہ، اس میں پانی کا مسئلہ نہیں ہے۔ باقی پورے بلوچستان میں زیرزمین پانی ختم ہو رہا ہے، براہ مہربانی، میری ایک گزارش ہے کہ آپ وفاقی حکومت کو کہیں، وزراء صاحبان بیٹھے ہیں، یا تو اس کو کمیٹی میں بھیج دیں یا اس ڈیم کے لیے پیسا رکھیں۔ بہت شکریہ۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: بہت شکریہ، سینیٹر عبدالشکور صاحب، یہ میں بتاؤں چونکہ میں Water Resources کی کمیٹی میں رہا ہوں اور ابھی جام سیف اللہ داریجو صاحب ہیں۔ انہوں نے پانی کے اس issue کو take up کیا ہوا ہے بلکہ Secretary, Irrigation وغیرہ، سب دوستوں کو بلایا ہے، میں جام صاحب کو کہوں گا کہ آئندہ جب اس ایجنڈے کو رکھیں تو وہ آپ کو as a Special Invitee بلالیں گے۔ بہت شکریہ۔

The proceedings of the House stand adjourned to meet again on Friday, the 28th August, 2026, at 10:30 a.m.

....

[The proceedings of the House then adjourned to meet again on Friday, the 28th August, 2026, at 10:30 a.m.]

....